قرنِ اوّل کا ایک مُدبّر

از

خورشید احمد فارِق
استاد ادبیاتِ عربی، دہلی یونیورسٹی

ناشر
مکتبہ بُرہان دہلی

طبع اوّل

صفر المظفر سنہ ۱۳۸۱ھ مطابق جولائی سنہ ۱۹۶۱ء

قیمت مجلد تین روپے

قیمت غیر مجلد دو روپے پچاس پیسے

مطبوعہ

کوہ نور پریس۔ دہلی

فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
ناکام مقابلہ	۴۴ - ۴۵
گورنر کی تقریر	۴۵ - ۴۶
مختار غالب	۴۶ - ۴۷
فتح کے بعد مختار کی تقریر	۴۷ - ۴۸
بیعت	۴۸
ناموافق حالات	۴۸ - ۴۹
مدت حکومت	۴۹
کوفہ کے تین گروہ	۴۹ - ۵۱
مختار کی پالیسی	۵۱ - ۵۲
مختار کا بہروپ	۵۲ - ۵۳
بہروپ میں توسیع	۵۳ - ۵۴
ایک کرسی	۵۴ - ۵۶
جبریل و میکائیل	۵۶
میدانِ جنگ میں فرشتے	۵۶ - ۵۷
عرب اور غیر عرب مختار کی غیب دانی کے قائل	۵۷ - ۵۸
مختار کا ایک خطبہ	۵۸ - ۶۰
اپنے بارے میں مختار کا اعتراف	۶۰ - ۶۱
حکومت پا کر مختار کا طرزِ عمل	۶۱ - ۶۲
داد و دہش	۶۲
ابنِ حنفیہؒ وغیرہ کو تحائف	۶۲
ماتحت علاقے	۶۳ - ۶۴
ابنِ مُطیع کو عطیہ	۶۴

عنوان — صفحہ

عنوان	صفحہ
مدینہ پر چڑھائی اور شکست	۱۰۶ - ۱۰۷
تالیفِ قلب کی آخری کوشش	۱۰۷ - ۱۰۹
بصرہ میں مختار کی تحریک مُثنّیٰ کی قیادت میں	۱۰۹ - ۱۱۰
مُثنّیٰ ناکام	۱۱۰ - ۱۱۱
ناکامی کے بعد اکابر بصرہ کو مراسلے	۱۱۱ - ۱۱۳
مختار کی لڑائیاں	۱۱۳
۱۔ جنگ کوفہ	۱۱۴
۲۔ جنگ جزیرہ (میسوپوٹامیہ)	۱۱۴
۳۔ جنگ جَبّانۃ السَّبیع	۱۱۴
۴۔ جنگ خازِر	۱۱۵
۵۔ جنگ رَقیم	۱۱۵
۶۔ جنگ دُومۃ الجَندل	۱۱۵ - ۱۱۶
۷۔ جنگ مَذار	۱۱۶ - ۱۱۷
۸۔ جنگ حَرُوراء و کوفہ	۱۱۸
جنگ کثرت آبادی کا علاج	۱۱۹
مختار کی جنگی سمجھ بوجھ	۱۲۰ - ۱۲۱
سالاروں کو ہدایات	۱۲۱ - ۱۲۲
مختار کا خاندان	۱۲۲ - ۱۲۴

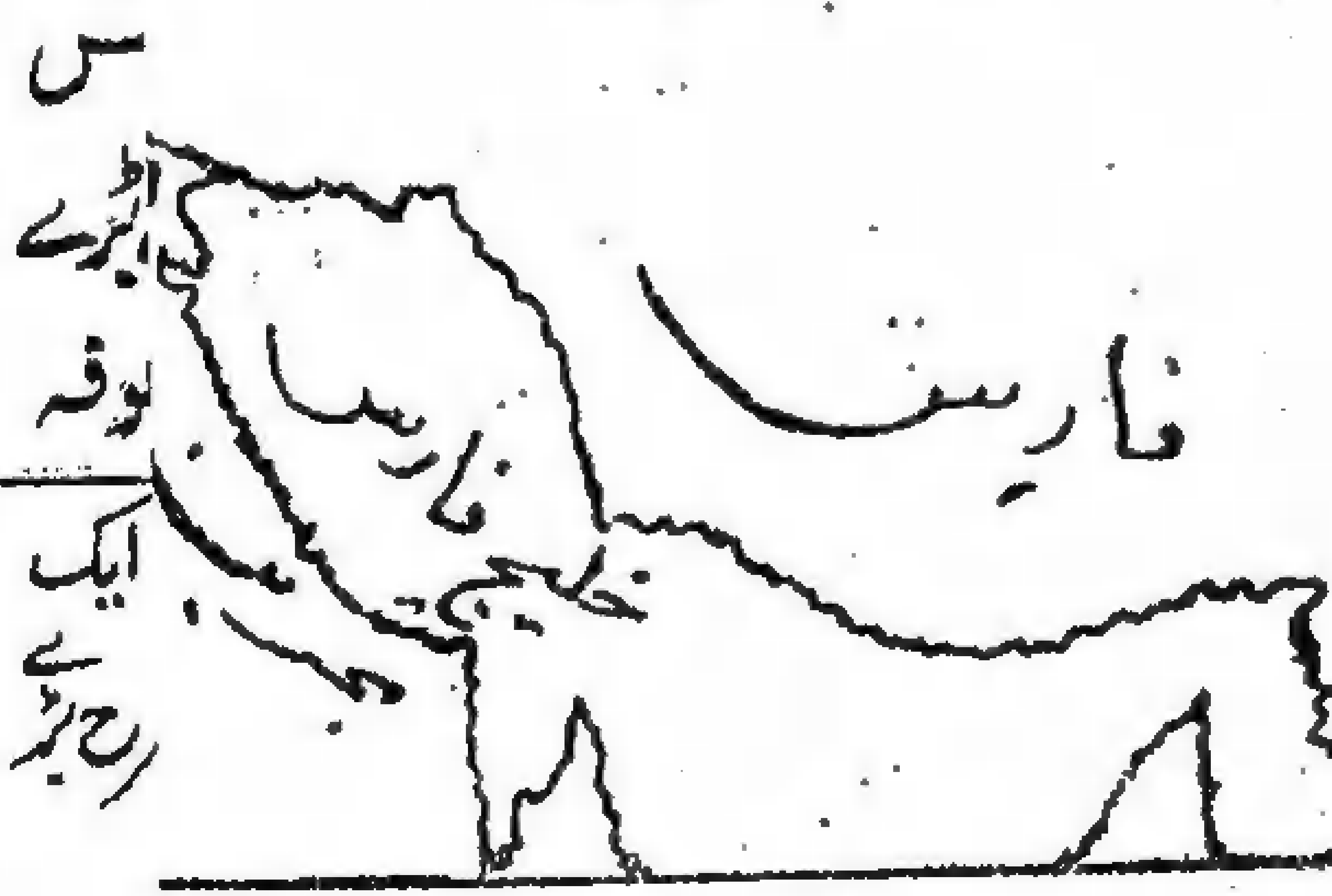


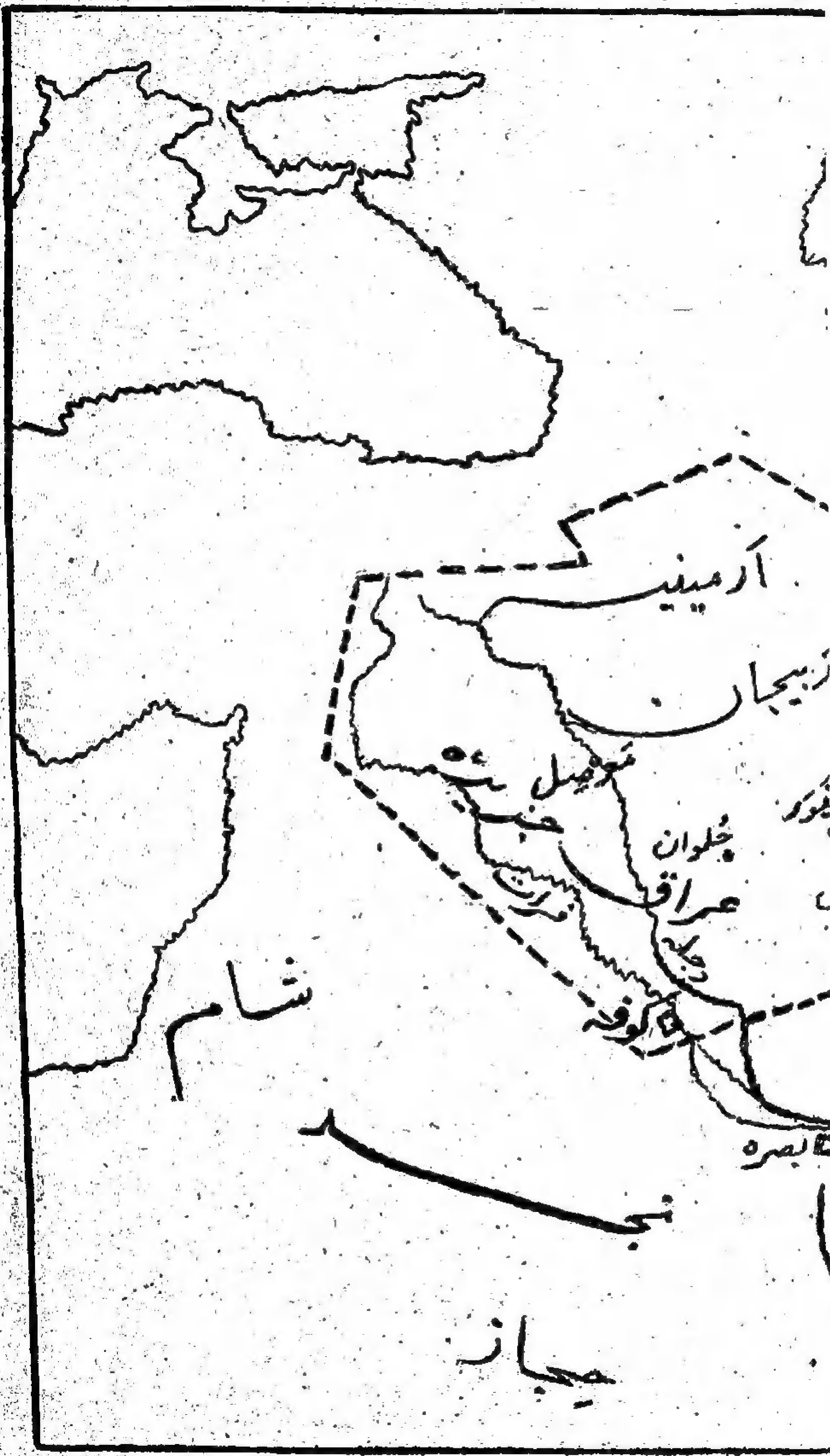
مختار کی قلمرو
(دہاریوں میں)

ایک انچ = ۲۵۰ میل



خراسان





(عراق مقابل ص١

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صفِ اوّل کے چار (۴) مدبّر

ابتدائے اسلام میں طائف[1] کی پہاڑی بستی سے بہت سے فاتح، حکمراں اور ڈپلومیٹ پیدا ہوئے جن میں چار صف اول کے لوگ ہیں: مُغیرہ بن شُعبہ (متوفی ۵۰ھ)، زیاد بن ابیہ (متوفی ۵۳ھ)، مختار بن ابی عُبید (متوفی ۶۷ھ) اور حجّاج بن یوسف (متوفی ۹۵ھ) مُغیرہ فاتح بھی تھے ڈپلومیٹ بھی، ان کا شمار قرن اول کے چار دُھاۃ میں کیا جاتا ہے، عربی میں داھیہ بڑے شاطر، بڑے چالباز اور بڑے مدبر کو کہتے ہیں، ان دُھاۃ میں زیاد بھی شامل ہے، زیاد حکومت و سیاست میں اتنا لایق تھا کہ امیر معاویہ نے جو خود دُھاۃ کی فہرست میں شامل ہیں، اس کو اپنا بھائی بنالیا تھا، گو کہ عام طور پر وہ ایک غلام عُبید کا لڑکا خیال کیا جاتا تھا، خلافت کے مشرقی صوبے جن کا مرکز بصرہ اور کوفہ کے فوجی صدر مقام تھے اور جہاں گوناگوں جرائم کا بازار گرم تھا، اس کے غیر معمولی انتظام، معاملہ فہمی اور فراست سے نو دس برس تک استوار رہا، حجّاج بن یوسف میں بھی حکومت و انتظام کے بڑے جوہر تھے اور اس نے جس افتراق انگیز، اور فتنہ پرور ماحول میں بصرہ اور کوفہ

---

[1] مکہ سے لگ بھگ پچاس میل شمال مشرق میں، انگور کے باغوں سے گھرا ہوا ایک بارونق شہر تھا، یہاں کے باشندے جن کا تعلق قبیلۂ ثقیف سے تھا قریش کی طرح بڑے مہاجن، تاجر اور جہاندیدہ لوگ تھے۔

کی حکومت سنبھالی، اُس میں تشدد اور انتہائی تشدد کے بغیر امن قایم ہونا محال تھا، یہ اُس کی غیر معمولی صلاحیت جہانبانی ہی تھی جس نے بصرہ میں امن وامان قائم کیا، عراق اور فارس کو خوارج کے فساد فی الأرض سے نجات دلائی اور خراسان ہند، اور ماوراء النہر میں اسلام کے پیر جماتے، یہ تینوں اپنی تدبیری لیاقت کے علاوہ خوش بیانی اور خطابت کے لئے بھی مشہور ہیں، مُغیرہ ایسے پر مغز مقرر تھے کہ ان کو خلفاء اور سالاروں کی طرف سے غیر عرب بادشاہوں کے دربار میں سفارتی فرائض انجام دینے کے لئے مامور کیا جاتا تھا، زیاد کی مُعجز بیانی کے نمونے ادب کی کتابوں میں آج تک موجود ہیں، حجّاج کی تقریروں میں سنگلاخ کی سی سختی اور طوفان کا سا جلال تھا۔

مختار کی امتیازی شان

مُغیرہ، زیاد اور حجّاج کو سیاسی اقتدار حکومت وقت نے عطا کیا تھا، لیکن مختار نے اپنے دست وبازو سے یہ اقتدار حاصل کیا، اس کے حصول میں اس کی فکر واجتہاد نے تو اس کا ساتھ دیا ہی لیکن جس صفت نے سب سے زیادہ اس کی یاوری کی وہ تھی اس کی غیر معمولی تنظیمی صلاحیت، مذہبی بہروپ اور اہل بیت (خاندان حضرت علی) کی ہوا خواہی،

مختار کے دل کی اُمنگ سینسٹھ سال کی عمر تک پوری نہ ہوئی، تاہم وہ خاموش اور چوکنّا حالات کا مطالعہ کرتا رہا اور اُن منصوبوں کو پختہ کرتا رہا جن پر موقع ملنے کی صورت میں اس کو اپنی حکومت اور پالیسی کی عمارت اُٹھانا تھی، یہ موقع اس کو سنہ ۶۰ھ کے بعد میسر ہوا، حضرت حسینؓ کے قتلِ کربلا کے بعد کوفہ میں ایسا ماحول پیدا ہوگیا جس میں وہ اپنے اُبھرنے کی امنگوں کو پروان چڑھا

سکا، ۶۶ھ میں وہ قصرِ حکومت کا مالک تھا، اور ایک خاصی بڑی حکومت عراق و ایران کے صوبوں پر مشتمل اس کے زیرِ فرمان تھی۔ جس پالیسی پر عمل کر کے اس نے کامیابی حاصل کی اس کی بنیاد تین بڑے اصولوں پر قائم تھی:

(۱) اہلِ بیت کی حمایت اور اُن کے قتل کا انتقام جس کی پُرزور تحریک اُن دنوں کوفہ میں چلی ہوئی تھی۔

(۲) موالی[1] اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک، جو عربوں کے سیاسی و اجتماعی استبداد کے نیچے دبے ہوئے تھے۔

(۳) مذہبی بہروپ۔ عربوں لیکن خاص طور پر موالی اور غلاموں کی مذہبی عقیدت حاصل کرنے اور اُن کے دل میں اُس تقدس اور معصومیت کا احساس پیدا کرنے کے لئے جو کسی کو نبی، کاہن یا مافوق الانسان ہستی باور کرنے سے پیدا ہوتا ہے، مختار خاص خاص موقعوں پر کاہنوں کی رمزیہ، پُر جلال اور مسجّع گفتگو یا قرآنی آیات کی سی الہامی زبان استعمال کرتا، اور اپنے طرزِ عمل سے ظاہر کرتا کہ اس کو غیب کی باتیں وحی یا کسی دوسرے طریقے سے معلوم ہو جاتی ہیں، نیز یہ کہ اس کی حیثیت ایک مامورِ معصوم یا روحانی لیڈر کی سی ہے، اس بہروپ سے مختار نے بڑے بڑے کام نکالے۔

بچپن

مختار ہجرت کے پہلے سال طائف میں پیدا ہوا۔ اس کی پہلی جھلک ہم کو ۱۳ھ میں نظر آتی ہے، عمر فاروق نے خلیفہ ہو کر اس کے والد ابو عُبید ثقفی کو سالارِ فوج بنا کر حیرہ کے قریب ایرانی غنیم کا مقابلہ کرنے بھیجا تھا، ابو عُبید نے اپنے بال بچے مدینہ میں چھوڑ دئے لیکن مختار جس کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی ان کے ساتھ ہو گیا۔[2]

---

۱ مفتوحہ علاقوں کے غیر عرب مسلمان۔ ۲ مطبوعہ فلسطین ۱۹۳۶ء ۲۱۴/۲۔

میں کی ہے، ابو عُبَید جنگ میں کام آئے، ان کی وفات کے ڈھائی تین سال بعد یعنی ۱۶ھ میں عمر فاروق کے صاحبزادے عبداللہ نے ان کی لڑکی اور مختار کی بہن صَفِیَّہ سے شادی کر لی، مختار مدینہ میں مقیم ہو گیا۔[1]

اہلِ بیت سے وابستگی

ہمارے مورخ بتلاتے ہیں کہ بچپن ہی سے مختار کا میلان اہلِ بیت کی طرف تھا، ۳۵ھ میں حضرت علی مدینہ کو خیرباد کہہ کر کوفہ کو اپنا پایۂ تخت بنانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو مختار ان کے ہم رکاب تھا، ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک حضرت علی کا مستقرِ حکومت رہنے کی وجہ سے کوفہ حامیانِ اہلِ بیت کا سب سے بڑا مرکز ہو گیا تھا، اس کے علاوہ کوفہ عرب کے بہت سے قبیلوں کا گھر بھی تھا جہاں وہ ایران کی لڑائیاں جیت کر فتح کے نشہ میں سرشار ۱۷ھ میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے اور جہاں کنیزوں سے بے قید تمتع نے اُن کی آبادی بہت بڑھا دی تھی۔

حضرت علی کی مختار کے بارے میں رائے

جنگِ جمل (۳۶ھ) سے فارغ ہو کر حضرت علی اپنے پایۂ تخت کوفہ آئے اور کچھ دن بعد مختار کے چچا سعد بن مسعود کو مدائن کا گورنر مقرر کیا، ایک دفعہ سعد نے مختار کی معرفت حضرت علی کو سرکاری روپیہ بھیجا، روپیہ دینے کے بعد مختار نے ایک تھیلی نکالی جس میں سات آٹھ روپئے تھے (اینڈو درہم)، یہ تھیلی حضرت علی کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا: "یہ زندگی

---

[1] تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری پہلا مصری اڈیشن ۴/۱۸۰

کے مختنانہ میں سے ہے!" حضرت علی غصہ ہو کر بولے: برا ہو تیرا، رنڈیوں سے میرا کیا تعلق؟" مختار سلام کر کے لوٹنے لگا تو حضرت علی نے اس کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی: خدا اسے غارت کرے، اس کا دل نکال کر دیکھا جائے تو لات اور عزّیٰ کی محبت سے پُر ہوگا۔[1]"

اکابر کوفہ کی حضرت علی سے نافرمانی اور اس کے اسباب

اس کے بعد مختار سے ہماری ملاقات ۴۰ھ میں حضرت علی کے قتل کے بعد ہوتی ہے، کوفہ کے عرب اکابر جنگ صفین (۳۷ھ) کے بعد سے برابر ان کی نافرمانی کرتے رہے، زبان سے تو وہ ضرور ان کی اطاعت کا اعتراف کرتے لیکن جب اُن کو امیر معاویہ سے لڑنے کا حکم دیا جاتا تو وہ حکم بجا نہ لاتے اور طرح طرح کے بہانے بنانے لگتے، تین سال تک حضرت علی جنگ جنگ پکارتے رہے، جوشیلی تقریروں میں کوفہ کی جامع مسجد سے ان کو ڈانٹتے، غیرت دلاتے، اپنے فضل اور خاندانی وجاہت کا پرزور اظہار کرتے، بہلاتے ڈراتے اور لالچ دلاتے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوتا، اس کے تین خاص سبب تھے:

ایک یہ کہ امیر معاویہ نے حضرت علی کے بڑے بڑے لیڈروں کو روپیہ اور جاہ کا لالچ دے کر توڑ لیا تھا، انساب الاشراف میں ہے:

"تحکیم کے بعد جب اہل شام نے امیر معاویہ کو خلیفہ بنایا اور ان کو حضرت علی کی نہروان میں خوارج سے جنگ کی خبر ملی تو انھوں نے حضرت علی کے فوجی لیڈروں سے خط و کتابت کی، انھیں سبز باغ دکھائے، عزت، دولت اور منصب کے وعدے کئے، جس سے وہ حضرت علی سے ٹوٹ کر امیر معاویہ

---

[1] اصابہ ابن حجر عسقلانی مصر ۴/۵۱۸

کی طرف مائل ہو گئے اور اُن کے خلاف حضرت علی کے ساتھ لڑائی پر جاتے ہوئے کسمسانے لگے، حضرت علی اُن سے چلنے کو کہتے لیکن وہ دھیان نہ دیتے، وہ جہاد کی ترغیب دیتے لیکن وہ سنی اَن سنی کر دیتے[1]

دوسرے سبب کی وضاحت کرتے ہوئے کوفہ کا ایک رپورٹر کہتا ہے:
علیؑ کے قرآن خوان اور زہد کیش ساتھیوں (یعنی خوارج) نے ان سے بغاوت کی، علیؑ اُن سے لڑے (نہروان میں) اور قتل کر ڈالا، اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ اُن کا لشکر اور اہل کوفہ (جن کے عزیز نہروان میں مارے گئے تھے) اُن سے بگڑ بیٹھے ہیں، اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت پیدا ہو گئی ہے اور اُن کی یکجہتی پارہ پارہ ہو گئی ہے...[2]

تیسرا سبب یہ تھا کہ حضرت علی تقسیم خراج و غنیمت میں موالی و غیر موالی یعنی عربوں اور غیر عربوں میں امتیاز نہ کرتے تھے اور یہ بات عربوں کو سخت ناگوار تھی، وہ کہتے موالی یا غیر عرب اصولاً ہمارے غلام ہیں جن پر بزور شمشیر ہم نے فتح حاصل کی ہے، اس لئے اُن کے حقوق ہمارے برابر نہیں ہو سکتے[3]

حضرت حسن کے بارے میں مختار کا مشورہ

— حضرت علی کے بعد ان کے صاحبزادے حسنؑ خلیفہ ہوئے، کچھ عرصہ بعد وہ امیر معاویہ سے لڑنے نکلے، چند رسالے آگے بڑھا کر وہ مدائن میں رُک گئے، یہاں مختار اور اس کے چچا سعد بن مسعود ثقفی ہم کو ملتے ہیں، سعد جیسا

---

[1] انساب الاشراف بلاذری قلمی معہد احیاء المخطوطات العربیۃ قاہرہ ۲/۴۰۰

[2] انساب الاشراف بلاذری قلمی ۲/۴۰۰

[3] شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ۲/۵۲۷

کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں مدائن کے گورنر تھے، اچانک یہ افواہ اڑی کہ امیر معاویہؓ کی فوج نے حضرت حسن کے رسالوں کے سالار کو قتل کر دیا، اس افواہ سے جو بالکل بے بنیاد تھی اور جس کو ان لوگوں نے پھیلایا تھا جو جنگ کے خلاف تھے، فوج میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا، اس کا کچھ حصہ بھاگ کھڑا ہوا، کچھ امیر معاویہ سے جا ملا، اور اس کے ایک گروہ نے حضرت حسن کا خیمہ، قالین اور خزانہ لوٹ لیا اور ان پر نیزہ سے حملہ کر کے بھاگ گیا، اس نازک موقع پر مختار نے اپنے چچا سعد بن مسعود کو مشورہ دیا کہ حضرت حسن کو پکڑ لیں اور امیر معاویہ کے حوالہ کر کے جاہ و شرف حاصل کریں لیکن سعد کی شرافت اس غداری کے لئے تیار نہ ہوئی، [1] اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے بلاذری [2] نے لکھا ہے کہ بعض شیعوں کو جب مختار کے مذکورہ مشورہ کا علم ہوا تو انھوں نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن سعد نے حضرت حسن سے سفارش کر کے اس کی جان بچائی مختار کی اس حرکت کی وجہ سے شیعہ اس کو عثمانی یعنی اہل بیت کا دشمن اور بنو امیہ کا حامی خیال کرنے لگے۔

حضرت حسین کو خلیفہ بنانے کی تحریک

بیس [20] سال کا عرصہ اور گذر گیا، سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۶۰ھ تک تنہا خلیفہ امیر معاویہ اپنی فراخ دستی اور کشادہ دلی کی بدولت کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے، حضرت حسن نے مذکورہ حادثہ کے بعد ان سے صلح کر لی تھی جس کی ایک دفعہ کے ماتحت وہ کوفہ کا سارا خزانہ لے کر اور صوبہ اہواز کا خراج اپنے نام زد کرا کے مدینہ چلے گئے [3] اور امیر معاویہ کی زندگی بھر سیاست سے الگ رہنے کا عہد کر لیا،

---

[1] تاریخ الامم ۶/۹۲ [2] انساب الاشراف ۵/۲۱۶

[3] الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری لیدن ص ۲۳۲۔

۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا اور ۶۰ھ میں امیر معاویہ نے وفات پائی، ان کے انتقال پر کوفہ کے حامیانِ اہلِ بیت میں حضرت حسین کو خلیفہ بنانے کی پرزور تحریک شروع ہوئی، اس تحریک کے محرک وہ قبائلی اور مذہبی اکابر تھے جن کو حضرت علی کے زمانۂ خلافت میں اقتدار حاصل تھا اور اُن کے بعد وہ اس سے محروم ہو گئے تھے، حضرت حسن کی صلح پر یہ لوگ بہت برہم ہوئے تھے اور اُن کو خلافت کی جدّوجہد کے لئے برابر اکساتے رہتے تھے لیکن حضرت حسن اہل کوفہ کی سابقہ بے وفائی اور امیر معاویہ سے معاہدہ کے پیشِ نظر ان کی ترغیبات و اصرار کی زیادہ پرواہ نہ کرتے تھے ان کی وفات پر یہ اکابر حضرت حسین کی طرف متوجہ ہوئے، ان کے خفیہ وفد آ کر حضرت حسین سے اپنی وفاداری اور محبت اہل بیت کا بڑی گرم جوشی سے اظہار کرتے اور اپنے پچھلے طرزِ عمل پر سخت نادم ہوتے، لیکن چوں کہ امیر معاویہ بہت چوکنا تھے اور مدینہ کی سی آئی ڈی کی معرفت حضرت حسین کے حالات ان کو معلوم ہوتے رہتے اور دوسری طرف خود حضرت حسین کو حامیانِ اہلِ بیت کی سابقہ بے وفائی کی بناء پر ان سے وفاء کی امید نہ تھی، وہ ٹالتے رہے اور حقیقت یہ ہے کہ قبائلی و مذہبی اکابر کی اس تحریک کے پیچھے زیادہ تر ذاتی جاہ و اقتدار کا جذبہ کارفرما تھا، وہ جاہ و اقتدار جو حضرت علی کے عہد میں ان کو حاصل تھا اور جس سے بنو اُمیّہ کے دورِ حکومت میں وہ محروم ہو گئے تھے۔

کوفہ میں انقلاب کی تیاریاں

امیر معاویہ کا لڑکا یزید ۶۰ھ میں خلیفہ ہوا، کوفہ کے حامیانِ اہل بیت پھر حرکت میں آئے اور ہر بار سے زیادہ جوش و ولولے کے ساتھ، حجر

بن عَدِی، حضرت علی کے ایک بارسوخ جنرل اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی بدولت آٹھ نوبرس پہلے زیاد بن ابیہ کی گورنری کوفہ کے زمانہ میں قتل ہو چکے تھے، ان کے بعد سلیمان بن صُرَد حامیانِ اہل بیت کے لیڈر ہو گئے، ان کی قیادت میں یہ لوگ سر جوڑ کے بیٹھے اور حضرت حسین کو کوفہ بُلا کر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا، حضرت حسین کے پاس اُن کے وفد پے در پے آنے لگے اور اُن کے اکابر نے اپنی وفاداری و ترغیبِ خلافت پر مشتمل اتنے خطوط حضرت حسین کو بھیجے کہ دو ترکش ان سے بھر گئے۔[1] حضرت حسین نے کبھی موقع سازگار دیکھا اور یزید کی بیعت کو ٹالنے لگے، اِن خطوط کے جواب میں انھوں نے حامیانِ اہلِ بیت کو لکھا کہ میں اپنا ایک نمایندہ تحقیق حال کے لئے بھیجتا ہوں، اگر اس نے تمھارے خلوص و عزم کی توثیق کی تو میں جلد پہنچوں گا۔

عُبَیداللہ بن زیاد نیا گورنر کوفہ

حضرت حسین نے اپنے چچازاد بھائی مُسلم بن عَقیل کو تحقیق حال اور اپنی بیعت لینے کوفہ بھیج دیا، وہاں کی انقلابی تیاریوں کی خبر شام کے نئے خلیفہ یزید کو ہوئی تو اس نے فوراً گورنر بصرہ عُبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا اور کوفہ کے موجودہ گورنر نُعمان بن بَشیر انصاری کو جو نرم آدمی تھے، اور جنہوں نے انقلابی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے کوئی مؤثر قدم نہیں اُٹھایا تھا، معزول کر دیا، عُبیداللہ مستعد حاکم تھا، اس نے آکر کوفہ کی بڑی مسجد میں یہ تقریر کی: "امیرالمومنین (یزید) نے مجھے آپ کے شہر کا گورنر مقرر کیا ہے، مجھے حکم ہے کہ آپ کا خراج آپ ہی پر خرچ کروں، مظلوموں کے ساتھ انصاف اور

---

[1] الاخبار الطوال ص ۲۴۴۔

فرماں برداروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں، اور نافرمانوں اور سرکشوں لوگوں کے ساتھ سختی برتوں، میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا، میں فرماں برداروں کے حق میں مہربان اور مخالفوں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوں گا[1]

مختار کو مغیرہ بن شعبہ کا اشارہ

کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل، مختار کے گھر فروکش ہوئے (ذوالحجہ ۶۰ھ) مختار نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی، قارئین کو یاد ہوگا کہ ۴۰ھ میں جب حضرت حسن کو ان کی فوج نے حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا اور وہ بھاگ کر قصر مدائن میں پناہ گزیں ہوئے تھے تو اس وقت مختار نے اپنے چچا سعد گورنر مدائن کو مشورہ دیا تھا کہ حضرت حسن کو گرفتار کر کے امیر معاویہ کے حوالے کر دیں اور اس طرح خلیفہ شام کے دربار میں جاہ و منزلت حاصل کریں، اس مشورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختار بنو اُمیّہ کا بہی خواہ یا حامی تھا لیکن یہ بات نہیں ہے، یہ مشورہ ابن الوقتی کے ایک عارضی جوش کا مرہون تھا، بنو اُمیّہ کے برسرِ اقتدار آنے پر مختار نے حالات کا جائزہ لیا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی اُمنگیں بنو اُمیّہ کی وفاداری سے نہیں بلکہ اہل بیت کی جاں نثاری سے پوری ہو سکتی ہیں، اس کی اس رائے کو ایک تجربہ کار اور بالغ نظر ہم وطن اور بزرگ کے اشارے نے بے حد تقویت پہنچائی، یہ بزرگ امیر معاویہ کے گورنر کوفہ مُغیرہ بن شُعبہ ثقفی تھے، ایک دن مختار ان کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا تو انھوں نے کہا: مجھے ایک گر معلوم ہے جس کو استعمال کر کے ایک سمجھ دار آدمی بہت سے لوگوں کے دل مسخر کر سکتا ہے اور ان کو اپنا معاون بنا سکتا ہے بالخصوص غیر عرب نسل کے لوگوں کو، مختار نے سراپا شوق بن کر

---

[1] الاخبار الطوال ص ۲۴۷

پوچھا: وہ گُر کیا ہے چچا، تو مغیرہ نے کہا: اہلِ بیت کی مدد اور اُن کے انتقام کی تحریک۔" یہ بات مختار کے دل میں بیٹھ گئی، وہ ہمیشہ سے زیادہ اہلِ بیت کی خیر خواہی کا اظہار کرنے لگا، بہت جلد اس کے سر سے عثمانی ہونے کا الزام دور ہوگیا اور اس کا شمار اہلِ بیت کے رازداروں اور جاں نثاروں میں ہونے لگا۔

کوفہ میں انقلابی تحریک کو شکست

نئے گورنر کوفہ عُبَید اللہ بن زیاد کی تقریر کا جس کا اوپر ہم نے ذکر کیا، اچھا اثر ہوا اور بہت سے لوگ جو اس کے آنے سے پہلے انقلاب کے لئے آمادہ تھے، متزلزل ہوگئے، مُسلم بن عقیل، مختار کے گھر سے ایک بارسوخ عرب سردار ہانی بن عُروہ کے گھر روپوش ہو کر حضرت حسین کے لئے خاموشی سے بیعت لینے لگے، چند ہی دن میں بارہ ہزار افراد نے حلف وفاداری کے ساتھ بیعت کرلی، عُبَید اللہ بن زیاد نے جاسوسوں کے ذریعہ مُسلم بن عقیل کی قیام گاہ کا پتہ چلا لیا اور ان کے میزبان ہانی کو بلا کر برملا قتل کرادیا، اب مُسلم بن عقیل کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ یا تو خود کو گورنر کے حوالہ کردیں یا مقابلہ کریں، انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بارہ ہزار وفاداروں کے ساتھ قصرِ امارت کا محاصرہ کرلیا، رات کو محل کی فصیل سے شہر کے اُن اکابر نے جو بنو اُمیَّہ کے حامی تھے اور اس وقت گورنر کے ساتھ محل میں موجود، جوشیلی تقریریں کیں، محاصرین کو دھمکایا اور شام کی افواج سے جن کی خون آشام تلوار کا جنگ صفّین (۳۷ھ) میں وہ خوب تجربہ کرچکے تھے، ڈرایا اور بغاوت سے باز رہنے کی اپیل کی، نتیجہ یہ ہوا کہ مُسلم کے سارے ساتھی فرار ہوگئے اور ان کے پاس ایک آدمی تک نہ رہا، دوسرے دن مُسلم کو ایک شیعی کے گھر سے جس نے آکر خود مُخبری کی تھی،

گرفتار کرلیا گیا، قتل ہونے سے پہلے انھوں نے ایک معتمد سے وصیت کرتے ہوئے کہا: "حسینؓ سے کہلا بھیجو کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے جو اہلِ بیت کی جاں نثاری کے مدعی تھے، مجھ سے بیعت کرکے غداری کی اور مجھے موت کے منہ میں دے دیا، نیز یہ کہ وہ مکہ لوٹ جائیں اور اہل کوفہ کے دھوکہ میں نہ آئیں۔"

حضرت حسین کو عبداللہ بن عباس کا مشورہ

عبداللہ بن عباس حضرت علی کے چچازاد بھائی اور ان کے راز دار، معتمد اور مشیر تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حسین نے حامیانِ اہلِ بیت کی دعوت پر کوفہ جانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو وہ ان سے ملے اور کوفہ کے نئے گورنر کے سخت اقدامات کا ذکر کیا، اہل کوفہ کی سابقہ غداری یاد دلائی اور مشورہ دیا کہ وہاں جانے کا ارادہ ترک کردیں، لیکن حضرت حسین نہ مانے، روانگی کا وقت قریب آیا تو آخری بار عبداللہ بن عباس نے حضرت حسین سے پھر اپیل کی کہ کوفہ نہ جائیں، لیکن اب بھی وہ اپنے ارادہ پر قائم رہے، ابن عباس نے کہا: اگر تم کسی طرح نہیں مانتے تو بال بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ کیوں کہ مجھے امید نہیں کہ تم زندہ بچو گے۔[۱]

حضرت حسین کی روانگی

حضرت حسین مکہ کے اُموی گورنر کی پولیس سے مڈبھیڑ کرتے ہوئے کوفہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے، ان کے پاس ستّر سے اوپر آدمی تھے، جو

---

[۱] الاخبار الطوال ص ۲۵۷۔

ان کی بیگمات، کنیزوں، غلاموں، موالی اور خاندانی افراد پر مشتمل تھے، ان کے چھوٹے بھائی ابن حنفیہ (متوفی ۸۱ھ) نے جانے سے انکار کر دیا کیوں کہ اول تو وہ مسلمانوں کے باہمی جھگڑے بے حد ناپسند کرتے تھے اور دوسرے انھوں نے یزید کی بیعت بھی کرلی تھی، راستے میں کئی جگہ حضرت حسین کو کوفہ سے آنے والے لوگ ملے جنھوں نے وہاں کی بدلی ہوئی فضا کا ذکر کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ کوفہ نہ جائیں، پھر ان کو مُسلم بن عقیل کے قتل اور ان کی وصیت کا حال معلوم ہوا لیکن ان کے قدم پیچھے نہ ہٹے، راستہ میں بہت سے فاقہ مست بدو غنیمت اور پیسہ کی خاطر ان کے ساتھ ہو گئے تھے، لیکن جب ان کو عُبَید اللہ بن زیاد کے سخت اقدامات اور کوفہ کے بدلے ہوتے حالات کا علم ہوا تو وہ ساتھ چھوڑ گئے، عُبَید اللہ نے کوفہ آنے والے راستوں پر پہرہ لگا دیا اور حضرت حسین کو گرفتار کرنے کے لئے رسالے مامور کر دئے، کوفہ کی ساری مَرد آبادی یا تو حضرت حسین کے مقابلہ کے لئے نکل گئی یا گورنر کے کیمپ میں اُس کے حکم کی منتظر تھی[۱]۔

---

[۱] حضرت حسین مع اکہتر ساتھیوں کے شہید کر دئے گئے، اُن کے دو نوں چھوٹے لڑکوں علی اور عمر اور حرم کی عورتوں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا گیا، یزید حادثہ کربلا کی خبر سُن کر آبدیدہ ہو گیا اور عُبید اللہ کے نمائندہ سے بولا: "تمھارا بُرا ہو حسین کو قتل کئے بغیر بھی تمھاری کارگذاری سے خوش ہو جاتا، ابن مرجانہ (عُبید اللہ) پر خدا کی لعنت، قسم خدا کی اس کام کی سربراہ کاری اگر میرے ذمہ ہوتی تو ابو عبد اللہ (حُسین) کو معاف کر دیتا، پھر بچوں اور عورتوں کو اس نے حرم میں بھیج دیا، وہ دوپہر کا کھانا علی اور عمر کے ساتھ کھاتا تھا۔ الاخبار الطوال ص ۲۷۲۔

مختار قید میں

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مُسلم بن عقیل، کوفہ آکر مختار کے گھر ٹھہرے تھے، مختار اُن کی آمد پر بے انتہا مسرور ہوا اور بڑے جوش و اہتمام سے اپنے زیر اثر لوگوں سے مسلم کے ہاتھ پر حضرت حسین کے لئے بیعت کرادی، پھر وہ اپنے غلاموں اور موالی کے ساتھ مُسلم کے لئے وفادار فراہم کرنے اپنی جاگیر چلا گیا جو کوفہ کے باہر تھی، اس کے جانے کے بعد مُسلم، ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے، مُسلم بن عقیل کے عُبَید اللہ سے مصروفِ پیکار ہونے کی خبر اس کو دوپہر کے وقت ملی اور وہ فوراً اپنے موالی غلاموں کے ساتھ مغرب کے وقت کوفہ پہنچ گیا، عُبَید اللہ نے اہلِ کوفہ کو قابو میں لانے کے لئے منادی کرادی تھی کہ جو شخص جامع مسجد میں حاضر نہ ہوگا اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا، لوگ جوق جوق اہلِ بیت کی وفاداری کو اپنی جان پر قربان کئے مسجد میں جمع ہو رہے تھے، مختار دریافت حال کے لئے مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو اس کے ایک خیر خواہ نے تعجب سے پوچھا: تم یہاں کیسے کھڑے ہو، نہ وفادارانِ حکومت کے ساتھ مسجد میں ہو، نہ اپنے گھر میں، مختار نے کہا: خدا کی قسم، تم نے اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ میری عقل چرخ ہو گئی ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں[۱]" خیر خواہ نے کہا: بخدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری قضا آئی ہے"۔ اس کے بعد عُبَید اللہ بن زیاد کے ڈپٹی گورنر نے جو اہلِ کوفہ کو مسجد میں جمع کرنے پر مامور تھا، مختار کو یہ پیغام بھیجا: عقل کے ناخن لو، تباہی کو دعوت نہ دو، مسلم کی پوزیشن کمزور ہے، اگر تم مسجد میں حاضر ہو جاؤ گے تو میں عُبَید اللہ سے سفارش کر کے تمھیں بچالوں گا"۔ مختار کو ڈپٹی کی بات ماننے ہی میں نجات نظر آئی اور وہ

---

[۱] تاریخ الامم ۷/۵۸۔

مسجد میں حاضر ہو گیا۔

صبح کو عُبیداللہ بن زیاد نے ان اکابر کو جو مسجد میں جمع تھے سوال جواب کے لیے بلایا، ان میں مختار بھی تھا، عُبیداللہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ مُسلم بن عقیل کی مدد کے لئے موالی کی ایک جماعت لے کر اپنی جائداد سے آیا ہے، تیور بدل کر اس نے مختار سے کہا: "مُسلم کی مدد کے لئے تم فوجیں لے کر آئے!" مختار نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میں مسجد میں حاضر ہو گیا تھا اور وہیں رات گذاری، عُبیداللہ نے اس زور سے اس کے منہ پر چھڑی ماری کہ اُس کی آنکھ کا ڈھیلا اُلٹ گیا، ڈپٹی گورنر نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مختار کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے حق میں سفارش کی، عُبیداللہ نے مختار کو قید میں ڈال دیا جہاں حادثہ کربلا تک وہ رہا۔

مختار کی رہائی اور کوفہ سے اخراج

حضرت حسین کے قتل کے بعد مختار نے اپنے چچازاد بھائی زائدہ بن قدامہ بن مسعود کو اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس مدینہ بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ یزید کو لکھ کر اسے عُبیداللہ بن زیاد کی قید سے چھڑا لیں، عبداللہ بن عمر کی سفارش پر یزید نے اس کی رہائی کا فرمان لکھ دیا، عُبیداللہ نے بادلِ ناخواستہ تین دن کے اندر اندر کوفہ چھوڑنے کا حکم دے کر مختار کو رہا کر دیا۔[1]

مختار کی ایک ملاقاتی سے باتیں

مہلت کے آخری دن مختار دل میں حسرت، انتقام اور ولولے لئے ہوئے اپنے وطن طائف کو روانہ ہو گیا، ایک آنکھ کی قربانی دے کر اور قید کی

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۱۴ و تاریخ الامم ۷/۵۹۔

مشقت بھگت کر اس نے اہلِ بیت کے حامیوں کا ہمیشہ سے زیادہ اعتماد حاصل کر لیا تھا، وہ غالباً صفر ۶۱ھ میں کوفہ سے آیا اور یزید کی وفات کے چھ ماہ بعد یعنی رمضان ۶۴ھ میں کوفہ لوٹا، پونے چار سال کا یہ عرصہ اس نے اپنے وطن طائف، مکہ اور مدینہ میں گذارا، کوفہ سے اخراج کے بعد راستہ میں مکہ کے ایک شناسائی سے اس کی ملاقات ہوئی، شناسائی نے آنکھ پھوٹنے کا سبب دریافت کیا تو مختار نے کہا: حرامزادے عُبَیدُاللہ نے چھڑی مار کر پھوڑ دی، خدا مجھے غارت کرے، اگر اس کی انگلیاں، ہاتھ اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں"۔ ملاقاتی نے تعجب سے پوچھا: یہ کیوں کر ممکن ہے؟ مختار نے شانِ وثوق سے کہا: میرے ان الفاظ کو یاد رکھو، ایک دن ان کی سچائی تمہیں معلوم ہو جائے گی"۔ پھر مختار نے ملاقاتی سے ابن زبیر کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا: ابن زبیر خانہ کعبہ کے مجاور ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں میں نے (شام کے خلیفہ سے) اس گھر کے مالک کے پاس پناہ لی ہے، لوگ کہتے ہیں وہ چھپ کر اپنے لئے بیعت لے رہے ہیں، میرا خیال ہے جوں ہی ان کی قوت و جمعیت بڑھی وہ بغاوت کر دیں گے"۔ یہ سُن کر مختار کو بالکل تعجب نہیں ہوا کیوں کہ وہ پہلے سے ابن زبیر کے ارادوں سے واقف تھا، ملاقاتی کی رپورٹ پر اس نے یہ تبصرہ کیا: یقیناً ایسا ہی ہوگا، بلاشبہ عربوں میں وہ ایک اولوالعزم آدمی ہیں اگر وہ میرے مشورہ پر عمل کریں تو میں بہت سے لوگ ان کے جھنڈے تلے جمع کر سکتا ہوں، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو بخدا میں کسی باحوصلہ عرب سے کم نہیں ہوں[1]"۔ اس کے بعد مختار نے حضرت علی اور حضرت حسین کے انتقام اور ایک ہولناک بغاوت کی پیش گوئی کر کے اپنی راہ لی۔

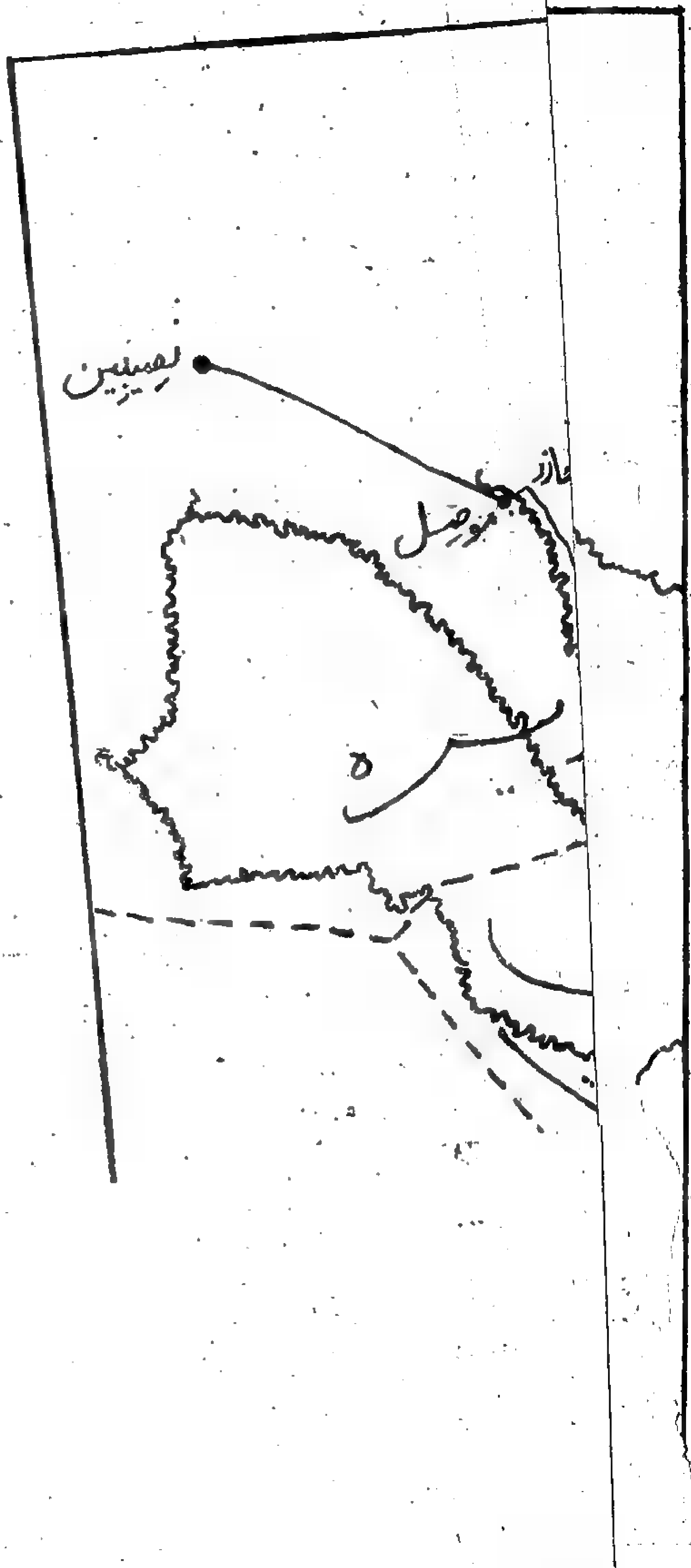
---

[1] "تاریخ الامم ۷/۶۰۔

یر ابن زبیر
نے کہا
ہیں کہ دوران
س کے
حجاز زیر قبضہ
طے پر اس کی

ا" اس زمانہ
میں جباروں
آیا تو ابن زبیر
ٹھ گیا" کچھ
بن زبیر نے
س شکایت
آیا تھا اور اپنی
اکی قسم جتنے دن
سے مختار ابن

زبیر سے ملا
کر سکتا ہوں
لے مجھے باریابی



مشقت بھگت کر
کرلیا تھا، وہ غالباً
یعنی رمضان سنہ
طائف، مکہ اور مدینہ
شناسائی سے استدل
دریافت کیا تو مجھا
مجھے غارت کر
کردوں"۔ ملاقاتی
وثوق سے کہا:
ہوجائے گی"۔
اس نے کہا: اب
کے خلیفہ سے) ا
کر اپنے لئے بیعت
بڑھی وہ بغاوت
پہلے سے ابن
یہ تبصرہ کیا: یق
اگر وہ میرے مش
کرسکتا ہوں،
کم نہیں ہوں
اور ایک ہولنا

رقیم
آذربیجان
خز
عراق
نہروان

لہ "تاریخ الامم

مختار کی ابن زبیر سے ملاقات

طائف جاتے ہوئے مختار مکہ میں رکا اور طواف کعبہ کے موقع پر ابن زبیر
ے ملاقات کی، ابن زبیر تپاک سے ملے اور کوفہ کا حال پوچھا، مختار نے کہا
ل کوفہ بظاہر بنو امیہ کے وفادار ہیں لیکن دل سے ان کے بداندیش ہیں، دوران
نگو میں مختار نے کہا: انتظار کیا ہے، ہاتھ لائیے بیعت کر لوں، اس کے
ہ آپ مجھے خوش کر دیجئے گا (اشارہ ہے گورنری کوفہ کی طرف) حجاز زیر قبضہ
لیجئے، اہل حجاز سب آپ کے ساتھ ہیں، ابن زبیر مختار کی شرط پر اس کی
ت لینے کو تیار نہ ہوئے۔

مختار اپنے وطن طائف چلا گیا اور وہاں ایک سال تک رہا، اس زمانہ
ں وہ اکثر ایک کاہن کی شان سے کہا کرتا: انا مبیر الجبّارین۔ میں جباروں
برباد کر کے رہوں گا! اگلے سال وہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے مکہ آیا تو ابن زبیر
نے قصداً ملاقات نہیں کی اور مسجد کعبہ میں ان سے الگ نماز پڑھ کر بیٹھ گیا، کچھ
نے شناسائی اور بعض معزز لوگ اس کے پاس آ بیٹھے، یہ دیکھ کر ابن زبیر نے
پنے ایک مشیر سے مختار کی بے التفاتی کی شکایت کی، مشیر نے اس شکایت
مختار سے ذکر کیا تو اس نے کہا: میں پچھلے سال ان کے پاس آیا تھا اور اپنی
دمات پیش کی تھیں لیکن ان کو اپنی طرف سے بے نیاز پایا، خدا کی قسم جتنے وہ
رے محتاج ہیں اتنا میں ان کا محتاج نہیں، مشیر کی کوشش سے مختار ابن
بیر سے ملاقات کے لئے راضی ہو گیا، رات کو جب وہ ابن زبیر سے ملا
اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں ان شرائط پر آپ کی بیعت کر سکتا ہوں
پ اپنے ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیں، سب ملاقاتیوں سے پہلے مجھے باریابی

کا موقع دیں، اور جب کامیاب ہو جائیں تو مجھے بہترین عہدہ پر فائز کریں[۱]،
کافی پس و پیش اور قیل و قال کے بعد ابن زبیر نے مختار کی شرطیں مان لیں اور
اس کی بیعت لے لی۔

مختار ابن زبیر کا دست راست ہو گیا اور خلیفۂ شام یزید کی بغاوت اور اس میں کامیاب ہونے کے منصوبے بڑے جوش سے مرتب کرنے لگا، ایک عرصہ تک یزید کی بیعت کو ٹالتے رہنے کے بعد ابن زبیر نے اپنی خلافت کے لئے جب پوری طرح زمین ہموار کرلی تو ۶۳ھ میں انھوں نے صاف صاف بیعت کرنے سے انکار کر دیا، یزید نے ان کی سرکوبی کے لئے شام سے ایک فوج بھیجی، ابن زبیر نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور خانۂ کعبہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا، شام کی فوج نے مکہ اور خانہ کعبہ کا محاصرہ کر لیا اور آگ و پتھر برسانے والی مشینیں قریب کی پہاڑیوں پر نصب کر دیں، طرفین میں باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی، یوں تو مختار نے ہر معرکہ میں شجاعت و جسارت کا مظاہرہ کیا لیکن جس دن خانہ کعبہ میں آگ لگائی گئی اس دن وہ خصوصیت کے ساتھ بڑے سلیقہ اور سمجھ بوجھ سے لڑا اور کئی موقعوں پر دشمن کے چھکے چھڑا دئے، ابھی جنگ کا خونی ڈرامہ جاری تھا کہ چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کا انتقال ہو گیا، یہ خبر پا کر اس کی فوج نے تلواریں نیام میں رکھ لیں اور شام لوٹ گئی، ابن زبیر کی بیعت مکہ اور مدینہ میں پہلے ہی ہو چکی تھی، اب بصرہ، کوفہ، جزیرہ اور شام کے اکثر علاقوں میں بھی ہو گئی، خلیفہ ہو کر انھوں نے وفادار صوبوں اور ضلعوں میں اپنے افسر مقرر کئے لیکن مختار کو کہیں کا گورنر نہیں بنایا، خلافت پا کر انھوں نے اپنے اس مشیر کی رائے پر عمل کیا جس نے کہا تھا: اس وقت مختار کا دین خرید لیجیے

---

[۱] انساب الاشراف ۲۱۶/۵۔

(بیعت نہ لیجئے) پھر جو مرضی ہو کیجئے گا۔ غالباً مختار کی لیاقت اور چالاکی نے ان کو اتنا مرعوب کر دیا تھا کہ وہ اسے عہدہ دیتے ڈرتے تھے کہیں وہ خلافت میں کوئی رخنہ نہ ڈال دے، پانچ ماہ تک مختار نے انتظار کیا اور اس دوران میں جو جو وفد کوفہ سے آتا اس سے وہاں کے حالات اور اہل کوفہ کے رجحانات دریافت کرتا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے عُبید اللہ بن زیاد کے ڈپٹی عمرو بن حریث کو بغاوت کر کے نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص (عامر بن مسعود) کو گورنر بنایا ہے تو وہ جوش سے پکار اُٹھا: میں ابو اسحاق ہوں! بس میں ہی کوفہ میں حکومت کر سکتا ہوں، اور کوئی نہیں کر سکتا!

مختار نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا، ابن زبیر نے اگرچہ اپنا وعدہ پورا نہیں کیا پھر بھی وہ ان سے نہ تو روٹھا، نہ لڑا اور نہ ان کی مخالفت ظاہر کی، بلکہ ان کے دوست اور وفادار کے روپ میں ان سے رخصت ہوا، بعض مورخ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے نمایندہ اور مامور کی حیثیت سے گیا، یہ رائے پیش کرنے والے کہتے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر سے کہا: میں ایسے لوگوں سے واقف ہوں جنھیں اگر کوئی سمجھدار لیڈر مل جاتے تو ان کے ذریعہ آپ کے واسطے ایک لشکر تیار کر سکتا ہوں جس سے آپ شام کے دشمن پر فتح پا سکتے ہیں" ابن زبیر نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں تو مختار نے کہا: کوفہ کے حامیانِ اہل بیت، ابن زبیر: وہ لیڈر تم ہی بن جاؤ[1]"

مختار نہ تو قرشی تھا اور نہ کسی قبیلہ کا لیڈر، اس لئے اس کو عربوں سے مدد کی زیادہ امید نہ تھی، اور کوفہ کے عرب تو بالکل ناقابلِ اعتماد ثابت ہو چکے تھے، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین سے ان کی بے وفائی کی ساری

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۲۳

تاریخ اُس کے سامنے تھی، اُن میں سے اکثر محض درہم و دینار کے بندے تھے، عربوں کے بعد دوسرا طبقہ موالی اور غلاموں کا تھا، ان میں سے اکثر فارسی تھے اور حکومت کے موروثی ہونے کے قائل، اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام سے پہلے ان کے ملک میں بادشاہت ہمیشہ موروثی رہی تھی اور وہ خلافت کو بادشاہت پر قیاس کر کے اس کو بھی موروثی سمجھتے تھے، ان کی رائے میں خلافت رسول اللہ کی صاحبزادی بی بی فاطمہ کی اولاد میں رہنی چاہیے تھی، اس کے علاوہ وہ حضرت علی سے خوش بھی رہے تھے، اور اہلِ بیت سے ان کو اجتماعی و اقتصادی انصاف کی دوسروں کی نسبت زیادہ امید تھی، عربوں کے سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی استبداد نے ان کی وفاداری پر کاری ضرب لگائی تھی اور وہ ایک اچھی دعوت کو ایک مہربان لیڈر کی قیادت میں اپنے خون سے سینچنے کو تیار تھے، مختار نے طے کر لیا کہ یہ دعوتِ انتقامِ اہلِ بیت کی دعوت ہوگی اور یہ لیڈر وہ خود ہوگا۔

مختار کی ابن حنفیہؒ سے ملاقات

کوفہ روانہ ہونے سے پہلے وہ ابن حنفیہؒ سے ملا جو مکہ میں مقیم تھے، یہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے چھوٹے سوتیلے بھائی تھے، ان کی ماں سندھ کی ایک خاتون بتائی جاتی ہیں جو کنیز کے روپ میں حضرت علی کے قبضہ میں آگئی تھیں، حضرت حسن اور حسین کے بعد ابن حنفیہؒ خاندانِ علی کے چشم و چراغ تھے، یہ تو آپ پہلے پڑھ ہی چکے ہیں کہ ابن حنفیہؒ نے حضرت حسین کے ساتھ کوفہ جانے سے انکار کر دیا تھا، مختار نے ان الفاظ میں اپنا مشن ان کے سامنے پیش کیا: میں آپ کے عزیزوں کا انتقام لینے کوفہ جا رہا ہوں اور دشمنوں کو قتل

کر کے آپ کے لئے حکومت حاصل کروں گا، ابن حَنَفِیَّہ جن کی حیران آنکھوں نے عثمان غنی، اوران کے بعد حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین کے زمانہ میں مسلمانوں کی باہمی آویزش اور جنگ و قتال کا خونی ڈرامہ دیکھا تھا، ہر اس کام سے بھاگتے جس سے مسلمانوں میں خوں ریزی یا تفرقہ پڑنے کا احتمال ہوتا، چنانچہ انھوں نے مختار سے کہا: بلا شبہ یہ تو میری خواہش ہے کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارا خون بہانے والوں کو تباہ کرے لیکن میں جنگ یا خوں ریزی کی اجازت نہیں دیتا، ہمارا انصاف کرنے کے لئے خدا کافی ہے، وہی ہماری مدد کرے گا، وہی ہمارا حق دلائے گا، وہی ہمارا انتقام لے گا[1]: "إنی لأُحب أن ینصرنا ربنا ویھلك من سفك دماءنا ولست آمر بحرب ولا إراقة دم فأنه کفی بالله ناصراً ولحقنا آخذا وبدمائنا طالباً":

کوفہ کی پارٹیاں

یزید کے انتقال اور ابن زُبیر کے اعلانِ خلافت سے اہلِ کوفہ کے حزبی میلانات میں اُبال آگیا، اس وقت وہاں چار قسم کے لوگ تھے: (۱) ابنِ زُبیر کے وفادار (۲) بنو اُمیّہ کے ہوا خواہ جنہوں نے بظاہر ابن زُبیر کو خلیفہ مان لیا تھا لیکن دل میں اُن کی طرف سے شک اور عدم اعتماد تھا، (۳) حامیانِ اہلِ بیت جو سُلیمان بن صُرد کی قیادت میں شام پر چڑھائی کے لئے تیاریوں میں مشغول تھے (۴) موالی اور غلام جو بظاہر اپنے آقاؤں کے ساتھ تھے لیکن دل سے ہر اس تحریک میں حصہ لینے کو تیار جو اُن کی اجتماعی لیستی اور معاشی بدحالی دور کرنے کی ضامن ہوتی۔

---

[1] انساب الاشراف ۳/۲۱۸

مختار کوفہ میں

ابن زبیر کے گورنر کوفہ (عبداللہ بن یزید) اور وزیر خراج (ابراہیم بن محمد بن طلحہ) شہر کے ہنگامہ خیز حالات پر قابو پانے میں ناکام ہوئے، ان کے بعد ابن مُطیع جنھوں نے مدینہ میں یزید کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اُٹھا کر ابن زبیر کا اعتماد حاصل کر لیا تھا، گورنر ہو کر آئے، یہ نرم اور مرنجان ومرنج آدمی تھے، کوفہ جیسے شہر میں جہاں وفاداریاں بٹی ہوئی تھیں، جہاں مذہبی لیڈروں کی گرفت سخت تھی، اور جہاں حزبی میلانات کا دھارا تند و تیز تھا، وہ حالات پر قابو نہ پا سکے۔

یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد شعبان ۶۴ھ میں مختار کوفہ روانہ ہوا، شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس نے غسل کیا، سر میں تیل ڈالا، عمدہ کپڑے زیب تن کئے، سر پر عمامہ باندھا اور کمر سے تلوار لٹکائی، اس طرح سج دھج کر وہ جمعہ کے دن حامیانِ اہلِ بیت کے محلوں سے ہو کر وہ کوفہ میں آیا، جس جس شیعی مسجد یا مجمع سے گذرتا، سب کو تپاک سے سلام کرتا اور کہتا: "میں آپ کے لئے فتح، کامیابی اور فارغ البالی کا مژدہ لے کر آیا ہوں" جب قبیلۂ ہمدان اور ربیعہ کے محلوں میں پہنچا جو حامیانِ اہلِ بیت کی صفِ اول میں تھے، تو لوگوں سے ابن حنفیہ کا سلام کہا اور کامیابی کی بشارت دی، راستہ میں ایک عرب شاعر ابو عُبَیدہ بن عمرو ملا جو اہلِ بیت کا بڑا خیر خواہ تھا، یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ عربوں میں شاعر کی حیثیت آج کل کے پارٹی اخبار کی سی تھی، پروپگنڈہ اور تالیف قلوب کے لئے شاعر کا شعر جادو کا اثر رکھتا تھا، مختار نے بڑے تپاک سے اس شاعر کو سلام کیا اور فتح و کامرانی کی بشارت دیتے ہوئے

کہا: تم ایسے عقیدہ پر ہو (یعنی محبت اہلِ بیت) جس کی بدولت خدا تمہارے سارے گناہ اور عیب معاف کردے گا" آج رات تم اپنی مسجد والوں کو لے کر میرے گھر آنا" اس طرح مختار حامیانِ اہلِ بیت کے محلوں اور مسجدوں کا گشت لگاتا "فتح و کامرانی" کی بشارت دیتا اور رات کو ان دو لفظوں کی تفسیر و تعبیر سننے اپنے یہاں آنے کی دعوت دیتا بعد عصر گھر پہنچا۔

حامیانِ اہلِ بیت کے سامنے مختار کا اعلان

حامیانِ اہلِ بیت رات کو اس کے گھر جمع ہوئے" مختار نے پہلے شہر کے حالات دریافت کئے" اس کو بتایا گیا کہ حامیانِ اہلِ بیت نے سلیمان بن صُرد کی قیادت میں عُبیداللہ بن زیاد سے لڑنے کے لئے خروج کا فیصلہ کیا ہے" اِس وقت عُبیداللہ بن زیاد شام سے چل کر کوفہ پر حملہ کرنے ایک بڑے لشکر کے ساتھ جزیرہ (میسوپوٹامیہ) پہنچ چکا تھا" یہ سُن کر مختار نے اس طرح پانسہ پھینکا: صاحبو! وصی کے صاحبزادے مہدی محمد بن علی (ابن حنفیہ) نے مجھے آپ کے پاس اپنا امین" وزیر" اور افسر بنا کر بھیجا ہے" مجھے ملحدوں (ابن زبیر کی طرف اشارہ) سے لڑنے" اہلِ بیت کا انتقام لینے اور کمزوروں کے حقوق کی نگرانی کا حکم دیا ہے" کمزوروں سے اس کی مراد خاص طور پر غلام و موالی ہیں جو عربوں کے حزبی کشاکش اور مذہبی و نفسانی مطالبات کا آلۂ کار بنے ہوئے تھے اور جن سے محبت" رواداری اور مساوات کا برتاؤ کر کے مختار اپنی سیاسی اُمنگیں پوری کرنا چاہتا تھا" جہاں تک ہمیں معلوم ہے مختار سے پہلے کسی عرب حکمراں نے موالی سے حسن سلوک کو اپنی سیاسی پالسی کا نہ تو جزو بنا کر پیش کیا تھا" نہ اپنے سیاسی اقتدار کے حصول میں اُن سے

ایسی مدد کی تھی اور نہ اُن کے ساتھ ایسی عزت کا برتاؤ کیا تھا جیسا مختار نے کیا۔

اعلان کا اثر

مختار کے اس اعلان نے سُلیمان بن صُرد کی تحریک پر ایک کاری ضرب لگائی۔ سُلیمان اس لیے وفائی اور پشیمانی کے تلخ احساس کو مٹانے جو حضرت حسین کو بلا کر ان کی مدد نہ کرنے سے ان کے اور دوسرے حامیانِ اہلِ بیت کے دل میں پیدا ہوا تھا، اہلِ شام سے لڑنے جا رہے تھے، اس وقت مختار وصی کے صاحبزادے مہدی ابن الحنفیہؓ کے مامور اور نمائندہ کے روپ میں کوفہ کے افق پر نمودار ہوا، سلیمان کے مقابلہ میں مختار کی دعوت بہت زیادہ مستند، بہت زیادہ مقدس اور ہمہ گیر تھی، سلیمان کی دعوت شخصی تھی اور ایک عارضی جذبۂ ندامت و انتقام کی مرہون، سلیمان کے پیرو اکھڑنے لگے، پہلے تین ہی دن میں دو ہزار حامیانِ اہلِ بیت مختار کے ساتھ ہو گئے۔ مختار نے بڑی فراست سے سلیمان کی پارٹی کو جس میں بارہ ہزار لوگ تھے توڑنا اور اپنا کیمپ بھرنا شروع کیا، وہ کہا کرتا: میں آپ کے پاس ولی امر، کان فضیلت، وصی الوصی اور امام مہدی کے پاس سے ایک ایسا فرمان لے کر آیا ہوں جس میں شفاء، کشفِ غطاء، قتل اعداء اور تمام نعمت ہے، سلیمان خدا ان پر اور ہم پر رحم کرے، نہایت بوڑھے، لاغر اور بوسیدہ ہو گئے ہیں، ان کو نہ انتظامی معاملات کا تجربہ ہے نہ جنگی تدبر کا، وہ خود بھی ہلاک ہوں گے اور تم کو بھی تباہ کریں گے، اس کے برخلاف میں ایسے پروگرام پر عمل پیرا ہوں جو میرے سامنے واضح کر دیا گیا ہے جس پر عمل کر کے آپ کے دوست سر بلند ہوں گے، آپ کے دشمن سرنگوں، اور آپ کے دلوں کی آگ ٹھنڈی ہو گی، لہذا

میرا کہنا مانیئے، میری اطاعت کیجئے، خوش رہیئے، اور ایک دوسرے کو کامرانی کے مژدے سنائیے، میں آپ کی آرزوؤں کا بہترین طریقہ پر کفیل ہوں[1]۔ "إني قد جئتكم من قِبَل ولي الأمر ومعدِن الفضل ووصي الوصيّ والإمامُ المهدي بأمرفيه الشفاء وكشف الغطاء وقتل الأعداء وتمام النعماء إن سليمان بن صُرَد يرحمنا الله وإياه إنما هو عَشَمة من العشم وحِفش بالٍ ليس بذي تجربةٍ للأمور ولا له علم بالحروب، إنما يريد أن يُخرجكم فيقتل نفسه ويقتلكم، إني إنما أعمل على مثالٍ قد مثّل لي وأمر قد بُيّن لي، فيه عِزّ وليكم وقتل عدوكم وشفاء صدوركم، فاسمعوا مني قولي وأطيعوا أمري، ثم أبشروا وتباشروا فأني لكم بكل ما تأملون خير زعيم"۔

مختار کی قوت، جمعیت اور دھاک بڑھتی گئی، سلیمان بن صرد کا اقتدار گھٹتا گیا، اس کے باوجود سلیمان اپنے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہے، اور اہلِ شام سے لڑنے جانے کی تیاریاں مکمل کرلیں، اس میں شک نہیں کہ سلیمان کا وجود مختار کے دماغ کو ایک بھاری بوجھ کی طرح دباتے ہوئے تھا لیکن اُس نے سلیمان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جو ایسے موقع پر کوئی دوسرا اقتدار کا بھوکا عرب کر گذرتا، بلکہ حکمت عملی سے اپنی دعوت کی بنیاد استوار کرتا رہا، اُس نے طے کیا کہ سلیمان کا معاملہ یک طرف ہونے سے پہلے وہ کوئی عملی قدم نہیں اُٹھائے گا، اس کو یقین تھا کہ سلیمان کو ناکامی ہوگی اور ان کے بعد حامیانِ اہلِ بیت یکسوئی کے ساتھ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔

---

[1] تاریخ الأمم ۵/ ۶۵ وأنساب الأشراف ۵/ ۲۱۰۔

سُلیمان بن صُرد کا خروج

مختار کے کوفہ آنے کے آٹھویں ماہ سُلیمان بن صُرد حضرت حُسین کا انتقام لینے اور اُن سے بے وفائی کا کفارہ ادا کرنے روانہ ہوئے (جمعہ ۵ ربیع الاول ۶۵ھ)، سولہ ہزار شیعوں نے ان سے بیعت کرلی تھی، لیکن مختار کا جادو کچھ اس طرح چلا کہ روانگی کے وقت سلیمان کے ساتھ صرف چار ہزار آدمی تھے[1] یہ

[1] روانگی سے قبل سُلیمان بن صُرد کے کئی اکابر نے ان کے سامنے ایک ایسا قضیہ پیش کیا جس سے حامیانِ اہلِ بیت کے دلوں میں بد اطمینانی کی لہر دوڑ گئی، انھوں نے کہا کہ ہم حسین کے خون کا بدلہ لینے جارہے ہیں حالاں کہ اُن کے سارے قاتل کوفہ میں موجود ہیں یعنی بنو اُمیہ کے وہ وفادار لیڈر جنھوں نے حضرت حسین سے جاکر مقابلہ کیا تھا، اس دلیل سے سُلیمان گھبرا گئے اور اپنے مشیروں کی رائے مانگی، انھوں نے بھی اکابر کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ اگر ہم شامیوں سے لڑنے گئے تو حسین کے قاتلوں میں صرف عُبید اللہ بن زیاد سے انتقام لے سکیں گے، عُبید اللہ شام کے نئے خلیفہ مروان بن حکم کے جنرل کی حیثیت سے کوفہ کی طرف بڑھا آرہا تھا، سلیمان نے اپنے مشیروں کی رائے بھی مسترد کردی اور عُبید اللہ بن زیاد سے لڑنے پر اڑے رہے، مجبور لوگ تیار ہوگئے، اس موقع پر ابن زبیر کے گورنر کوفہ ابن مطیع نے بھی اپنی سی پوری کوشش کی کہ سلیمان کچھ دن اور ٹھہر کر کوفہ کی سرکاری فوجوں کے ساتھ شامیوں سے لڑنے جائیں، ابن مطیع نے کہا کہ شامی خطرہ مشترک ہے، ہم تھوڑے دن میں خوب تیار ہوکر اور تم کو بھی اچھی طرح مسلح کرکے فوج کشی کریں گے۔ سلیمان نے یہ مشورہ بھی نہ مانا وہ حضرت حسین کی قبر کی طرف نکل کھڑے ہوتے، کربلا سے پہلے رات کو منزل کی تو کئی ہزار فدائیان اہلِ بیت فرار ہوگئے، سلیمان اور ان کے باقی ساتھی حضرت حسین کی قبر پر آئے اور خوب روئے، گڑگڑائے، اپنے قصور پر نادم ہوئے اور توبہ کی، اس وجہ سے ان کو "توّابین" کہتے ہیں، ایک دن رات گریہ وزاری کے بعد وہ عُبید اللہ بن زیاد سے لڑنے آگے بڑھ گئے، جزیرہ کی ایک بستی عین الوردہ میں مقابلہ ہوا، سلیمان اور ان کے اکثر سپاہی مارے گئے اور ایک مختصر سی جماعت بھاگ

یہ دیکھ کر وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور حامیانِ اہلِ بیت کے محلوں میں اپنے ایجنٹ اور منادی بھیجے جو لڑائی پر چلنے کے لئے اصرار کرتے اور یالثاراتِ الحسین یالثاراتِ الحسین (چلو حسین کا بدلہ لینے) کے نعرے لگاتے ۔ اپیلوں اور نعروں سے مزید ایک ہزار آدمی آ گئے، لیکن کوفہ کے مضافات سے نکلتے نکلتے بہت سے حامیانِ اہلِ بیت رات کو سلیمان کے کیمپ سے فرار ہو گئے اور مختار سے جا ملے ۔

مختار پھر قید میں

ابن زبیر کے گورنر کوفہ کو جب معلوم ہوا کہ مختار، ابن الحنفیۃؒ کے نائب کے روپ میں کوفہ کے حامیانِ اہلِ بیت کو منظم کر کے سیاسی انقلاب کی تیاری کر رہا ہے تو وہ گھبرا گیا، کوتوال شہر اور شہر کے وفادار قبائلی لیڈروں نے جو مختار کی سرگرمیوں اور موالی و غلاموں میں اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوب واقف تھے گورنر کو بتایا کہ مختار نہایت خطرناک ہے، اس کی تحریک سلیمان بن صُرد کی تحریک سے مختلف ہے اور اس کا آزاد رہنا امن عامہ اور کوفہ پر ابن زبیر کی حکومت کے لئے سخت مضر ۔ مختار کو قید میں ڈال دیا گیا۔[1]

قید میں جا کر مختار کی تحریک اور زیادہ پھلی پھولی، اس کے پانچ نائب جو اس کے آنے والے اقبال میں خوب چمکے، اس کی تحریک کی جڑیں جماتے اور اس کے لئے حامیانِ اہل بیت سے بیعت لیتے رہے، قید میں وہ نبی یا کاہن کی شان سے اکثر یہ الفاظ جو قرآن کے مسجع اسلوب میں ہوتے، اپنے ملاقاتیوں کا دل بڑھانے کے لئے کہا کرتا :

"قسم ہے سمندروں، کھجور اور درختوں، بیابانوں اور ویرانوں، صالح

---

[1] تاریخ الامم، ۷/۶۵

فرشتوں اور برگزیدہ نبیوں کے رب کی، میں ہر لچکدار نیزہ اور ہندی تلوار سے مسلح، تجربہ کار اور صالح انصارِ اہلِ بیت کے لشکروں کی مدد سے ہر جبار کو قتل کردوں گا، اور جب دین کے ستون کو سیدھا اور مسلمانوں کی پراگندہ حالی کو دور کرلوں گا، اور انبیاء کا انتقام لے لوں گا تب نہ زوالِ دنیا کا مجھے افسوس ہوگا اور نہ میں مرنے سے ڈروں گا" أما ورب البحار والنخيل والأشجار والمهامه والقفار والملائكة الأبرار والمصطفين الأخيار لأقتلن كل جبار بكل لدن خطار ومهند بتار في جموع من الأنصار ليسوا بميل أغمار ولا بعزل أشرار حتى إذا أقمت عمود الدين ورأبت شعب صدع المسلمين وشفيت غليل صدور المؤمنين وأدركت بثأر النبيين، لم يكبر على زوال الدنيا ولم أحفل بالموت إذا أتى"[1]

مختار کی رہائی

سُلیمان بن صُرد کے ہزیمت خوردہ سپاہی جب کوفہ پہنچے تو مختار نے ان کو ملامت کرنے کی بجائے قید خانہ سے ایک خط لکھا جس میں اُن کی بڑی تعریف کی اور اُن کے مجاہدانہ جوش کو سراہا، خط کے آخر میں یہ الفاظ تھے: اگر میں باہر آجاؤں تو تمھارے دشمنوں پر خدا کے حکم سے شرق و غرب میں تلوار سونت لوں گا اور اُن کو فنا کے گھاٹ اتار دوں گا" خط پڑھ کر یہ لوگ خوش ہوئے، مختار کی بیعت کرلی اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم زبردستی آپ کو قید سے نکال لے جائیں، مختار کی معاملہ فہمی اور احتیاط پسندی نے اس کی اجازت نہ دی، اور اس نے یہ کہلا بھیجا: "آپ لوگ فکر نہ کریں، میں عنقریب رہا ہو جاؤں گا" پھر اس نے اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کو بذریعہ خط اپنی مظلومی

[1] تاریخ الامم ۷/ ۶۵ - ۶۶۔

کی اطلاع دی اور لکھا کہ گورنر کوفہ سے میری سفارش کر کے مجھے قید سے چھڑا لیجئے۔ عبداللہ بن عمر اُن معدودے چند اکابر قریش میں تھے جو خلافت و حکومت کی اہلیت کے باوجود مسلمانوں کی خوں ریزی اور باہمی نزاع سے بچنے کی خاطر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تھے، اس لئے اربابِ حکومت ان کی عزت کرتے اور اُن کی بات مانتے تھے، انھوں نے گورنر کوفہ کو ایک سفارشی خط لکھ دیا، اس نے دس اکابر شہر کی مختار کی طرف سے ضمانت لی اور مختار سے ایک حلف لے کر کہ وہ کوئی باغیانہ یا انقلابی کارروائی نہیں کرے گا، اس کو رہا کر دیا۔ حلف نامہ کا مضمون یہ تھا: میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، جو بڑا مہربان ہے اور جس پر ہر چھپی اور ظاہر بات روشن ہے کہ جب تک گورنر اور وزیر خراج برسرِ اقتدار رہیں میں اُن کو نہ تو کوئی نقصان پہنچاؤں گا اور نہ بغاوت کروں گا، اگر میں ایسا کروں تو بطور تاوان ہزار جانور کعبہ کے دروازہ پر مجھے ذبح کرنا پڑیں گے اور میرے سارے غلام اور کنیزیں آزاد ہو جائیں گی۔[1]

ایفائے عہد سے انکار

رہائی کے بعد مختار نے کسی سے کہا: خدا ان کو غارت کرے، اگر یہ سمجھتے ہوں کہ میں اُن کے عہدِ ضمانت کو پورا کروں گا تو اُن سے بڑا گدھا کوئی نہیں، رہا حلف تو میرا فرض ہے کہ دیکھوں کہ جس بات کی میں نے قسم کھائی ہے اس کا کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا، پھر بہتر کام کروں اور قسم کا کفارہ ادا کر دوں، موجودہ حالات میں یہی مناسب ہے کہ ان کے خلاف بغاوت کی جائے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا جائے، درِ کعبہ پر ہزار راسیں ذبح کرنا میرے لئے تھوکنے سے زیادہ آسان

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۴۳

ہے اور رہا غلاموں کا آزاد کرنا تو بخدا میری دلی تمنا ہے کہ اگر میری اسکیم کامیاب ہو جائے تو کبھی غلام نہ رکھوں[1]"

رسوخ واثر میں اضافہ

دوسری بار اہلِ بیت کی محبت میں قید جا کر مختار کا رسوخ واثر خوب بڑھ گیا، حامیانِ اہلِ بیت پر یہ بات اچھی طرح آشکارا ہو گئی کہ وہ آزمائشیں جن میں پڑ کر اُن کے دوسرے بہت سے سرگروہ اپنی وفاداریوں کو خیر باد کہہ دیا کرتے تھے، مختار کے عزم کو نہ تو توڑ سکیں اور نہ اہلِ بیت کے ساتھ اس کی وفاداری کو مضمحل کر سکیں، اس کے علاوہ لوگوں کو اس میں رعونت اور انانیت بھی نظر نہ آئی جو خاندانی عربوں کی بڑی خصوصیت تھی، وہ سب کے ساتھ عرب ہو یا غیر عرب، کچھ تو طبعاً لیکن بیشتر مصلحۃً تپاک و رواداری سے پیش آتا تھا، حامیانِ اہلِ بیت کی تعداد جن میں موالی کا تناسب بہت تھا، تیزی سے بڑھنے لگی۔

کوفہ میں نیا گورنر

ابن زُبیر کو جب اِن حالات کا علم ہوا تو انھوں نے موجودہ گورنر کو نا اہل خیال کر کے مع وزیر خراج کے معزول کر دیا اور عبداللہ بن مُطیع کو جنھوں نے مدینہ میں یزید کے خلاف بغاوت منظم کرنے میں سب سے اہم حصہ لیا تھا، اور جن کی کارکردگی پر اُن کو بڑا بھروسہ تھا، گورنر مقرر کیا، کوفہ سے چلتے وقت وزیر خراج نے جو صحابی طلحہ کے پوتے تھے خزانہ کا کافی روپیہ اڑا لیا۔

---

[1] تاریخ الامم ۷/۹۴۔

نئے گورنر کی تقریر پر نکتہ چینی

ابن مُطیع ۶۵ھ کا رمضان ختم ہونے سے پانچ دن پہلے کوفہ پہنچے، ان کی پہلی تقریر سُننے حامیانِ اہلِ بیت بھی آئے، مختار کے بعض ذی اثر ساتھیوں نے ابن مُطیع کی تقریر کے ایسے حصوں پر جو ان کے نقطۂ نظر سے مختلف تھے خوب نکتہ چینی کی بلکہ اُن پر گستاخانہ طریقے پر آوازے کسے، ابن مُطیع صُلح جو آدمی تھے، ان کی بدقسمتی تھی کہ ان کو ایسے باغیانہ ماحول میں حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا جہاں حجاج کا سا تشدد ضروری تھا، انھوں نے سمجھا بجھا کر نکتہ چینوں کو مطمئن کر دیا، وہ فاتحانہ جوش سے لوٹ گئے اور نئے گورنر کی کمزوری سب پر عیاں کرنے لگے، ابن مُطیع نے ایک لائق عرب کو شہر کا کوتوال مقرر کیا جو خوب چوکنا رہتا اور پولیس کے ساتھ شہر میں گشت کیا کرتا۔

کوفہ پر قبضہ کی تیاری

مختار کوفہ پر قبضہ کرنے کی جارحانہ تیاری کرنے لگا، یہ طے پایا کہ ۶۶ھ کے محرم میں یعنی نئے گورنر کی آمد کے چوتھے ماہ بغاوت کی جائے، موالی اور پامالِ جفا غلاموں کا وہ مربّیِ اعظم بن گیا، اپنی چرب زبانی، حسن سلوک، اور اہلِ بیت کی محبت کے دعووں سے اس نے ان کا دل موہ لیا، موالی میں بہت سے لوگ ساسانی کیولری اور حاکم طبقہ کے تھے جو اَساوِرہ اور مَرازِبہ کہلاتے تھے، یہ لوگ ۱۴ھ سے ۱۹ھ تک کی فتوحات میں گرتے ہوئے ایرانی اقبال کی زد میں آکر مسلمان ہو گئے تھے اور خود کو اُن قبیلوں سے ضم کر لیا تھا جو رسول اللہ سے قریب تھے، یہ قبیلے جنگ کے موقع پر اُن سے مدد لیتے

تھے، لیکن مالِ غنیمت سے اس بنا پر ان کو محروم رکھتے کہ یہ اُن کے آزاد کردہ (موالی) تھے، حکومت کے محاصل میں بھی ان کا کوئی حصہ نہ تھا، اس وجہ سے یہ لوگ عربوں کی باہم قبائلی یا سیاسی جنگوں میں شرکت سے پہلوتہی کرتے تھے اور اگر مجبوراً لڑتے بھی تو لگن سے نہ لڑتے، مختار پہلا شخص تھا جس نے اس امتیاز کو مٹایا، موالی کو اپنا معتمد بنایا، مالِ غنیمت اور محاصل حکومت میں ان کو عربوں کی طرح مساویانہ حقوق دینے کا وعدہ کیا اور دوسری طرف اہلِ بیت کے ایک جاں نثار کارکن کی حیثیت سے ان کی وفاداری بھی حاصل کی۔ مصنف اخبار الطوال لکھتا ہے: مختار بن ابی عُبید رہائی کے بعد حامیانِ اہلِ بیت سے ملتا پھرتا اور وہ اس کے پاس آتے جاتے رہتے، وہ ان کو بغاوت کرنے اور حضرت حسین کا انتقام لینے پر اکساتا تھا، بہت سے لوگوں نے اس کی دعوت مان لی، ان میں اکثریت یمنی قبیلہ ہمدان اور فارسی نسل کے لوگوں کی تھی جن کو عرب حَمراء (سرخ رنگ) کہتے تھے اور جن کے بیس ہزار جوان کوفہ میں آباد تھے"[1]

قید سے بچنے کا بہانہ

مختار کی سرگرمیاں باوجود احتیاط کے نہ چھپ سکیں، کوتوال شہر نے کئی بار اس کی مسلح تیاریوں کی گورنر سے شکایت کی، لیکن وہ یہ کہہ کر ٹالتا رہا کہ جب تک بغاوت کھل نہ جائے میں محض شک پر کوئی تعزیری کارروائی نہیں کروں گا، حکومت کے وفادار اکابر نے حالات کی ابتری پر تشویش کا اظہار کیا اور مختار کو قید کرنے کا مشورہ دیا، گورنر نے مختار کے چچازاد بھائی زائدہ

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۹۰۔

بن قدامہ کی معرفت اس کو نظر بند کرنے کے ارادہ سے بلایا، زائدہ کو یہ بات معلوم تھی، اس نے جا کر مختار کو گورنر کا پیغام دیا، مختار جانے کی تیاری میں مشغول تھا کہ زائدہ نے قرآن کی ایک آیت تلاوت کی جس سے مختار خطرہ تاڑ گیا اور کپڑے اُتار کر بیماروں کی سی شکل بنا کر چارپائی پر لیٹ گیا، رضائی منگوائی اور بولا: معلوم ہوتا ہے مجھے بخار آئے گا، سارے جسم میں کپکپی ہو رہی ہے۔" زائدہ نے واپس جا کر گورنر کو بتایا کہ مختار بیمار ہے، گورنر نے یقین کیا اور مختار کی طرف سے غافل ہو گیا۔

ابن حنفیہؒ سے مختار کے بارے میں تحقیقات

مختار جب بغاوت کے انتظامات مکمل کر رہا تھا تو اس کے چند ساتھیوں کو اس بات پر شک ہوا کہ وہ ابن حنفیہؒ کی طرف سے مامور ہے، لہذا وہ ایک وفد کے ساتھ تحقیق حال کے لئے ابن حنفیہؒ کے پاس مکہ پہنچے اور کہا: مختار آپ کے مامور ہونے کے مدعی ہیں اور ان چار امور کی دعوت دے رہے ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت نبی (۳) اہل بیت کا بدلہ

(۴) کمزوروں کی حمایت

ہم نے ان کی بیعت تو کر لی لیکن مناسب معلوم ہوا کہ آپ سے مل کر ان کی صداقت کی توثیق کر لیں، اگر آپ کا حکم ہو تو ان کی اطاعت کریں ورنہ کنارہ کش ہو جائیں۔" ابن حنفیہؒ نے جواب دیا: خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ جس کے ذریعہ چاہے خدا دشمنوں سے ہمارا انتقام لے[1]۔" ان مبہم الفاظ سے وفد نے نتیجہ نکالا کہ مختار کو ابن حنفیہؒ کی تائید حاصل ہے۔

---

[1] تاریخ الامم ۷/۹۷۔

وفد کی رپورٹ اور اُس کا اثر

مختار کو جب تحقیقاتی وفد کا علم ہوا تو وہ گھبرایا کہیں ابن حنفیہؒ ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے اس کی تحریک کو نقصان پہنچے، وفد کوفہ آ کر سیدھا مختار کے پاس گیا اور کہا کہ ابن حنفیہؒ نے ہمیں آپ کے ساتھ تعاون کا حکم دیا ہے" یہ مژدہ سُن کر مختار فاتحانہ پکار اُٹھا: اللہ اکبر میں ہوں ابو اسحاق! حامیان اہل بیت کو میرے پاس بلاؤ" جب لوگ جمع ہوئے تو مختار نے الہامی سنجیدگی سے پرشکوہ مسجع الفاظ میں یہ تقریر کی: اہلِ بیت کے حامیو! آپ میں سے کچھ لوگ میری سچائی کی توثیق کرنے امام مہدی، نجیب مرتضیٰ، نبی مجتبیٰ کے بعد بہترین شخص کے صاحبزادے (ابن حنفیہؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے میری تحریک کی تصدیق چاہی تو انھوں نے فرمایا کہ میں ان کا وزیر، معاون، سفیر اور مخلص بہی خواہ ہوں، انھوں نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ان سفاکوں سے لڑنے اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے میں میری پوری طرح اطاعت کریں[1]" تقریر کے بعد وفد کے لیڈر عبد الرحمٰن بن شریح کندی نے ابن حنفیہؒ کے مذکورہ مبہم الفاظ کی اس طرح توضیح کی: اے حامیانِ اہلِ بیت، ہم نے مناسب سمجھا کہ خاص طور پر اپنے اور عام طور پر دوسرے مسلمانوں کے اطمینان کے لئے مختار کے بارے میں تحقیق کریں، ہم امام مہدی کے پاس گئے اور موجودہ حکومت سے اپنی لڑائی اور مختار کی دعوت کے بارے میں اُن سے رائے لی تو انھوں نے مختار کی مدد اور اُن کی بے چون وچرا اطاعت کا حکم دیا، ہم خوش خوش انشراح قلب کے

---

[1] تاریخ الامم ۷/۹۷۔

ساتھ لوٹ آئے ہیں، اب ہمارے دل میں نہ شک ہے نہ شبہ، دشمن سے لڑائی کے بارے میں ہم کو اطمینانِ قلب حاصل ہو گیا ہے، جو لوگ موجود ہیں امام کے اس پیغام کو دوسروں تک پہنچا دیں اور جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔"

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ جب مختار، ابن حنفیہؒ سے ملا تھا اور کوفہ جا کر انتقام اہلِ بیت نیز اُن کے لئے حکومت کی مہم چلانے کی اجازت مانگی تھی تو انھوں نے یہ الفاظ کہے تھے: یہ تو میری خواہش ضرور ہے کہ خدا ہمیں سربلندی عطا کرے اور ہمارے قاتلوں کو تباہ کرے لیکن میں لڑائی یا خوں ریزی کا حکم نہیں دیتا، خدا ہی ہمیں سربلندی عطا کرے گا، وہی ہمارا حق دلائے گا، وہی ہمارے خون کا بدلہ لے گا"۔ ابن حنفیہؒ کی اس رائے نیز ان کی صلح پسندی اور جنگ و قتال سے عام تنفر کے پیش نظر ہمارا خیال ہے کہ انھوں نے وہ الفاظ نہیں کہے جو وفد نے ان کی طرف منسوب کئے۔

سطور بالا لکھنے کے بعد ہمیں طبقات ابن سعد میں ایک روایت ملی جس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، اس روایت کے مطابق تحقیقاتی وفد کی باتیں سن کر ابن حنفیہؒ نے یہ جواب دیا تھا:۔

"جیسا کہ آپ لوگ واقف ہیں ہم آزمائشوں میں صبر سے کام لے رہے ہیں، میری یہ خواہش ضرور ہے کہ خدا جس کے ذریعہ چاہے ہمارا انتقام لے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ ایک مسلمان تک کی جان ناحق لے کر دنیا کی حکومت حاصل کروں، لہذا آپ لوگ افترا پردازوں سے بچتے رہیے اور خیال رکھئے کہ کہیں آپ کی روح یا آپ کا دین ان کے دھوکوں سے غارت نہ ہو جائے[1]۔"

---

[1] طبقات لیدن اڈیشن ۵/ ۷۳

بہرحال وفد کی رپورٹ نے مختار کی تحریک کی بنیادیں خوب مضبوط کردیں، یہ بات مُبرہن ہوگئی کہ وہ حضرت علی کے صاحبزادے کا نائب اور مامور ہے اور اس کی دعوت بلکہ ساری سرگرمیاں ابن حنفیہؒ کے حکم و رضا سے ہیں، اہلِ بیت سے عقیدت رکھنے والے بہت سے غیر شیعی معزز اور پڑھے لکھے لوگ جواب تک منحرف یا متردد تھے وفد کی شہادت کے بعد مختار کے پیرو ہوگئے۔

امام شعبی مختار کی تحریک میں

یہاں یہ بتا دینا قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ پہلی صدی ہجری کے مشہور محدث، مورخ، فقیہ اور جج امام شعبی کبھی مختار کی تحریک میں شریک تھے، غالباً ان ہی جیسے فقہاء کے اصرار کا نتیجہ تھا کہ مختار کی دعوت جس کے شروع شروع میں یہ دو بنیادی اصول تھے: (۱) انتقام اہل بیت اور (۲) موالی و غلاموں سے حسن سلوک، اب چار اصولوں پر قائم کی گئی جن میں یہ دو نئے تھے: (۱) کتاب اللہ اور (۲) سنت نبی، یہ اضافہ دعوت کو زیادہ ہمہ گیر اور مستند بنانے کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔

ابراہیم بن اشتر کو رام کرنے کی کوشش

کوفہ کے اکثر شیعہ اکابر مختار کے مطیع ہو چکے تھے، صرف ایک معزز آدمی باقی رہ گیا تھا جس نے اس کی بیعت نہیں کی تھی، یہ تھا ابراہیم، اس کے والد اشتر ایک قبائلی لیڈر تھے جنہوں نے عراق و ایران کی ابتدائی فتوحات میں نمایاں خدمت انجام دی تھی اور ۲۱ھ میں جب کوفہ آباد ہوا تو دوسرے

فاتحین کے ساتھ وہاں آباد ہو گئے تھے، اَشتر کی انانیت کو ان کی ممتاز خدمات، خاندانی وجاہت اور عبادت و قرآن خوانی نے بہت بڑھا دیا تھا، عثمان غنی کے خلاف کوفہ میں شورش برپا کرنے اور پھر اُن کے محاصرہ اور قتل میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا تھا، حضرت علی کے دورِ خلافت میں ان کو بہت عروج حاصل ہوا، وہ ان کے بہترین جنرل تھے، حضرت علی کے پونے پانچ سالہ خلافت کے زمانہ میں اَشتر اور ان کا قبیلہ کوفہ کے دوسرے قبائل میں خاص عزت و وقار کا مالک تھا، اس وجہ سے اَشتر کا خاندان اہلِ بیت سے عقیدت رکھتا تھا، اَشتر کا لڑکا ابراہیم نہایت جری نوجوان تھا، اور اس کا دل اپنے باپ کی طرح امنگوں سے معمور تھا، وہ خود کو مختار سے بڑا اور بہتر سمجھتا تھا، اس لئے اس کے ساتھ ماتحت بن کر کام کرنے میں چاہے وہ اہلِ بیت کے واسطے ہی کیوں نہ ہو، اس کو عار محسوس ہوتی تھی۔

اب جب کہ بغاوت کا وقت قریب آگیا تھا مختار کے مشیروں نے ابراہیم کو ساتھ ملانے کا اسے مشورہ دیا، انھوں نے کہا کہ ابراہیم اہلِ بیت کے ایک جاں نثار کا لڑکا ہی نہیں بلکہ ایک معزز اور بڑے گھرانے کا چشم و چراغ بھی ہے، وہ ہمارے ساتھ شریک ہو گیا تو ہمارے ہاتھ بہت مضبوط ہو جائیں گے، مختار نے ایک وفد، جس میں حامیانِ اہلِ بیت کے متعدد مذہبی لیڈر بھی شامل تھے، ابراہیم کے پاس بھیجا، امام شعبی اور ان کے والد شراحیل بھی وفد میں موجود تھے، وفد کے لیڈر یزید بن انس نے (جو بعد میں مختار کا کمانڈر ان چیف بنا) ابراہیم کے سامنے یہ تقریر کی: "ہم آپ کے سامنے ایک دعوت پیش کرنے آئے ہیں جسے اگر آپ نے قبول کر لیا تو آپ کو بہت فائدہ ہوگا اور اگر آپ نے رد کر دیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، اس صورت میں ہم چاہیں گے کہ

آپ ہماری دعوت کو پوشیدہ رکھیں۔" بات کاٹ کر ابراہیم نے تمکنت سے کہا: "میں اُن لوگوں میں نہیں جو دھوکہ دے کر یا چغلی کھا کر یا شاہی تقرب کی خاطر غیبت کر کے اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں، ایسے لوگ کمینے، ذلیل اور کم ہمت ہوتے ہیں۔" یزید نے پھر تقریر شروع کی: ہم آپ کا ایک ایسی تحریک میں تعاون چاہتے ہیں جسے سارے حامیانِ اہلِ بیت نے بالاتفاق مان لیا ہے، اس تحریک کے بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت نبی (۳) اہل بیت کا بدلہ (۴) زبیریوں سے جنگ (۵) کمزوروں کی حمایت[۱]

یزید کے بعد مختار کے دوسرے کمانڈر احمر بن شُمَیط نے کہا: میں آپ کا خیر خواہ اور آپ کی خوش نصیبی کا متمنی ہوں، آپ کے والد جب ہلاک ہوئے تو معزز سردار تھے (حضرت علی نے انھیں مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، سرحدِ مصر پر انھوں نے مسموم شربت پیا جس سے ان کی موت واقع ہوئی) اور آپ خدا کا حق ادا کر کے ان کے لائق فرزند بن سکتے ہیں، ہماری دعوت اگر آپ نے مان لی تو آپ کو وہی عزت و وجاہت حاصل ہوگی جو آپ کے والد ماجد کو حاصل تھی، اور وہی اقتدار آپ کو نصیب ہوگا جس سے وہ سربلند تھے اور جو ان کے ساتھ رخصت بھی ہو گیا، ذرا سی کوشش کر کے آپ وہ مرتبہ اور جلیل منصب پا سکتے ہیں جس کے بعد کوئی مرتبہ اور منصب نہیں، جس کی بنیاد آپ کے والد صاحب رکھ چکے ہیں۔" احمر بن شُمَیط کی تقریر سن کر ابراہیم سوچنے لگا کہ کیا کرے، شعبی کے علاوہ سارے وفد نے ابراہیم کو ہموار کرنے کے لئے لطائف الحیل سے کام لیا، ابراہیم نے کہا: اہلِ بیت اور انتقام حسین کی تحریک میں

---

[۱] تاریخ الامم ۷/۹۸-

اس شرط پر شریک ہو سکتا ہوں کہ اس کی قیادت میرے ہاتھ میں ہو" اعیانِ وفد: آپ کی اہلیت مسلم، لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کیوں کہ مہدی نے مختار کو لڑائی کی کمان سونپ دی ہے، اور ہمیں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے" ابراہیم کی رعونت جھکنے کے لئے تیار نہ ہوئی، وہ خاموش ہو گیا، وفد نامراد مختار کے پاس لوٹ آیا، مختار نے ابراہیم کو رام کرنے کی تدبیر سوچ نکالی[۱]۔

جعلی خط

تین دن ٹھہر کر مختار دس بارہ مقرب ساتھیوں کے ساتھ جن میں امام شعبی بھی تھے ابراہیم سے ملنے اُس کے گھر گیا، ابراہیم نے آؤ بھگت کی، سب کے لئے غالیچے ڈلنے اور مختار کو اپنے قالین پر بٹھایا، مختار نے کہا: امیرالمومنین وصی کے صاحبزادے مہدی (ابن حنفیہؓ) نے جن سے بہتر آج روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں اور آج سے پہلے جن کے والد بزرگوار انبیاء کے بعد سب سے بہتر تھے آپ کو یہ خط بھیجا ہے اور آپ سے ہماری مدد اور ہمارے ساتھ تعاون کا مطالبہ کیا ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو شادکام ہوں گے، نہیں تو یہ خط آپ کے خلاف حجت ہو گا اور خدا مہدی اور اُن کے جاں نثاروں کو آپ کی مدد سے بے نیاز کر دے گا، مختار نے گھر سے چلتے وقت ایک خط شعبی کو دیا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ اس کو ابن حنفیہؓ نے ابراہیم کے لئے بھیجا ہے، خط کو شعبی کے حوالہ کرنے کا مقصد اس کی ثقاہت بڑھانا تھا کیوں کہ شعبی شہر کے بڑے عالم دین، محدث اور فقیہ ہونے کی وجہ سے ثقہ اور عادل خیال کئے جاتے تھے، شعبی سے خط لے کر ابراہیم نے اس کی مہر توڑی، خط میں لکھا تھا: بسم اللہ

---

[۱] تاریخ الامم ۷/۹۸۔

الرحمٰن الرحیم، محمد مہدی کی طرف سے ابراہیم بن اشتر کو سلام علیک، میں نے تمھارے پاس اپنا وزیر، معتمد اور خاص الخاص آدمی بھیجا ہے اور اس کو اپنے دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے، اور اپنے عزیزوں کے خون کا انتقام لینے کی تاکید کی ہے، تم، تمھارا خاندان اور جس جس پر تمھارا اثر ہو مل کر اس کی مدد کے لئے کمربستہ ہو جاؤ، تم نے اگر میری مدد کی اور میرے نمائندے کے ساتھ تعاون کیا، تو میں تمھاری خدمت کی قدر کروں گا، تمام فوجوں کی کمان تم کو دے دی جائے گی، اور کوفہ سے لے کر شام کی آخر حد تک جس شہر، منبر اور سرحدی علاقہ پر تم غالب ہو گے بطور انعام تم کو دے دیا جائے گا، اگر تم نے مطلوبہ خدمت کی تو خدا کے ہاں بڑی سرخروئی حاصل کرو گے ورنہ بری طرح ہلاک ہو گے۔[1]

ابراہیم کی تشنگیِ اقتدار کی تسکین کا خط میں پورا سامان موجود تھا، وہ مختار کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہو گیا، لیکن اس کے دل میں ایک خلش تھی جس کو وہ دور کرنا چاہتا تھا، خط پڑھ کر اس نے کہا: ابن حنفیہؒ سے میری خط وکتابت ہے، وہ ہمیشہ اپنے اور اپنے والد کے نام سے خط شروع کرتے ہیں۔" پھر اس خط میں انھوں نے مہدی ابن امیر المؤمنین وصی کیوں لکھا ہے؟ مختار: وہ زمانہ اور تھا، یہ اور ہے"۔ ابراہیم کو تشفی نہ ہوئی، شاید وہ انتقام اہلِ بیت کے موضوع پر ابن حنفیہؒ سے خود خط وکتابت کر چکا تھا اور انھوں نے انتقام کے لئے جنگ وقتال کی تائید نہیں کی تھی، اس نے کہا: اس بات کا کیا ثبوت کہ یہ خط ابن حنفیہؒ کا ہے؟ اس پر مختار کے سارے ساتھیوں نے جو بقول شعبی شہر کے علمائے قرآن (قرّاء) اور دیندار اکابر پر مشتمل تھے شہادت دی کہ خط ابن حنفیہؒ نے ہی تحریر کیا ہے، ان بھاری بھرکم شہادتوں نے بالآخر ابراہیم کو مرعوب

---

[1] تاریخ الامم ۷/۹۹۔

کرہی ڈالا، وہ وسط قالین سے اُٹھا اور مختار کو وہاں لاکر بیٹھایا، پھر اس کی بیعت کی اور شربت وغیرہ سے مہمانوں کی خاطر کرکے اُن کو رخصت کیا۔

خط کے بارے میں شعبی کا بیان

یہ خط مختار نے خود گڑھا تھا، ابو حنیفہ دینوری نے اِس پر امام شعبی کی زبانی یہ روشنی ڈالی ہے :- "جب وفد ابراہیم کے پاس سے ناکام لوٹا تو مختار نے اپنے بعض مقربوں کو بلایا، میں (شعبی) بھی ان میں تھا، ہم لوگ آئے تو ہم نے مختار کے ہاتھ میں ایک خط دیکھا جس پر سیسہ کی مُہر لگی تھی، سیسہ سفید چمک رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات میں مہر لگائی گئی ہے، ابراہیم کے رام ہونے کے بعد میرے دل میں ان لوگوں کی طرف سے شبہ پیدا ہوا جنھوں نے اُس کے سامنے شہادت دی تھی کہ ہم نے خود ابن حنفیہؒ کو خط تحریر کرتے دیکھا تھا، میں تحقیق حال کے لئے اُن میں سے ہر شخص کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ آیا اس نے اپنی آنکھ سے ابن حنفیہؒ کو وہ خط لکھتے دیکھا تھا اور ہر شخص نے اس کا اقرار کیا، میری تشفی نہ ہوئی اور میں نے دل میں کہا کہ ابو عمرہ کیسان (راز دار مختار) ہی سے صحیح بات معلوم ہوسکتی ہے، میں اس کے گھر گیا اور کہا : حکومت سے بغاوت کا خیال کرکے میرا دل ہلنے لگتا ہے، اگر کوفہ کے لوگ ہم پر ٹوٹ پڑے تو ہمارا کیا حال ہوگا، کیا تم نے واقعی محمد بن حنفیہؒ کو وہ خط لکھتے ہوئے دیکھا تھا؟ کیسان نے کہا: نہیں، لیکن ابو اسحاق مختار کو ہم سچا سمجھتے ہیں! خدا کی قسم اس وقت مجھے مختار کے بہروپ کا یقین ہوگیا، میں حجاز بھاگ گیا اور مختار کی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوا۔"[1] شعبی کی یہ آخری تصریح حیرت ناک ہے کیوں کہ تاریخ الامم

---

[1] الاخبار الطوال ص ۲۹۷ - ۲۹۸ -

اور انساب الاشراف کے اکثر راوی ان کو مختار کی آنے والی جنگوں میں شریک ہونا اور متعدد واقعات نقل کرتا دکھاتے ہیں۔

ابراہیم انتقامی تحریک میں

ابراہیم بن اشتر میں مختار کو قوت کا ایک آہنی ستون مل گیا، وہ ایک نڈر شہسوار تھا، جس کی رگوں میں خاندانی عظمت و وجاہت کا خون جوش مار رہا تھا، جس کا دل ہر خاندانی عرب کی طرح آباء و اجداد سے بڑھ چڑھ کر کارہائے نمایاں کرنے کے لئے بے چین تھا، جیسا کہ توقع تھی اس نے اپنے عزیزوں، ہم نسبوں اور دوست احباب کو مختار کی انتقامی تحریک میں داخل کر لیا اور ہر روز حسب قرار داد تھوڑی دیر کے لئے انقلابی اسکیموں میں حصہ لینے مختار کے پاس جانے لگا۔

بارہ ہزار کوفیوں نے مختار کی بیعت کر لی، چودہ ربیع الاول ۶۶ھ (نئے گورنر ابن مطیع کی آمد کے چھٹے ماہ) جمعرات کی رات کو بغاوت کر کے کوفہ پر قبضہ کرنے کی قرار داد طے ہوئی[1] کوفہ کی کل آبادی پندرہ سال پہلے زیاد بن ابیہ کے زمانہ میں (۵۰ھ تا ۵۳ھ) ایک لاکھ چالیس ہزار تھی جس میں لائق جنگ، بالغ اور تندرست مردوں کی تعداد جو باقاعدہ حکومت سے تنخواہ پاتے اور جن کو وقت ضرورت لام پر جانا پڑتا، ساٹھ ہزار تھی، باقی عورتیں، بوڑھے، بچے تھے جن میں ایک بڑا تناسب غلاموں، موالی اور کنیزوں کا تھا، مختار کے متبعین کو چھوڑ کر لائق جنگ آبادی کا ایک حصہ اپنے اکابر کی قیادت میں گورنر کوفہ ابن مطیع کا وفادار تھا اور دوسرا بنو امیہ کا، بنو امیہ کے ہوا خواہوں میں کچھ متذبذب

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۰۰

تھے اور کچھ غیر جانب دار۔

کوتوال شہر کا قتل

گورنر نے پہلے احتجاج سے کام لیا، مختار، ابراہیم، اور دوسرے رضاکارانِ اہلِ بیت کی نقل و حرکت اور سرگرمیوں پر نظر رکھی، لیکن جس جوش اور تیزی سے انقلابی تیاریاں ہو رہی تھیں اس کا احتجاج اور آشتی سے مقابلہ ناممکن تھا، ابراہیم اپنے سات سو مسلح سواروں کے (جو بظاہر غیر مسلح تھے) دستے لیے بدھ کی رات کو مختار کے گھر جا رہا تھا کہ راستہ میں کوتوال شہر فوجی پولیس کے ساتھ گشت کرتا ملا، کوتوال نے گورنر کو پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ مختار آج کل میں خروج کرنے والا ہے، اُس نے ابراہیم کو روک کر کہا: تمھارے ساتھ یہ سوار کیسے؟ تم روز رات کو اس طرح نکلتے ہو، معلوم ہوتا ہے تم فساد برپا کرنا چاہتے ہو، چلو گورنر کے پاس، میں تم کو لے جا کر رہوں گا، ابراہیم میں خفگی کی کہاں برداشت تھی، اس نے کوتوال کو قتل کر دیا، اس واقعہ سے شہر کی فضا خراب ہو گئی، حکومت کی پولس زیادہ اہتمام اور بڑے پیمانہ پر شہر کا گشت لگانے لگی، محلوں میں سرکاری گارڈ مقرر کر دئے گئے اور شہر آنے والے راستوں پر پہرہ لگا دیا گیا۔

بغاوت

ابراہیم نے مختار کو کوتوال کے قتل اور اس کے فوری نتائج سے مطلع کیا اور کہا کہ اب جمعرات کی بجائے آج ہی رات بغاوت کر دینا ضروری ہے ورنہ کل حکومت تیار ہو کر ہمارا مقابلہ کرے گی، مختار کوتوال کے قتل سے خوش ہو کر بولا: خدا نے چاہا تو یہ فتح کی ابتدا ہے!" فوراً بغاوت کی تیاری

شروع کردی گئی، یہ پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ ہمدردانِ اہلِ بیتؑ کے جذبات بھڑکانے اور ان کو بروئے کار لانے کے لئے تلقین و پروپگنڈے کے علاوہ خاص خاص نعروں سے بھی کام لیا جائے گا، لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ایک بڑی آگ جلائی گئی اور رضا کاروں کو "اے خدا دشمن کو ٹھکانے لگا" (یا منصور أمت) اور "چلو حسین کا بدلہ لینے" (یالثاراتِ الحسین) کے نعرے لگانے ہمدردانِ اہلِ بیت کے محلوں میں بھیجا گیا، پھر مختار خود مسلح ہوا اور ضروری ہدایات دے کر ابراہیم کو حامیانِ اہلِ بیت کے محلوں میں بھیجا، دوسری طرف حکومت کے وفادار سردار اپنے ہم قبیلہ جوانوں کو لے کر گھروں سے باہر نکل آئے، ہمدردانِ اہلِ بیت "یا منصور أمت" اور "یالثاراتِ الحسین" کے نعرے سن کر مختار اور ابراہیم کے پاس جانے لگے، بارہ ہزار بیعت کرنے والوں میں سے تین ہزار آٹھ سو کی جمعیت مختار کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی، باقی سرکاری ناکہ بندی، فوجی گشت اور دیگر موانع اسباب کی وجہ سے نہ آسکے۔

ناکام مقابلہ

دوسرے دن ابراہیم کا سرکاری فوجوں سے کئی جگہ مقابلہ ہوا اور ایک معرکہ میں اس کے نو سو سپاہیوں نے چار ہزار سرکاری فوج کے چھکے چھڑا دئے اور ان کے کمانڈر کو جو مقتول کوتوال کا لڑکا تھا، قتل کر دیا، صورتِ حال نازک ہو گئی، گورنر نے وفادار سرداروں کو اپنے اپنے قبیلوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور سرکاری فوج ہر طرف پھیلا دی، مختار نے جب گورنر کے اعلانِ جنگ کی خبر پائی تو اپنی فرودگاہ چھوڑ کر کوفہ سے باہر ایک

مناسب جگہ کیمپ لگایا اور باقاعدہ مقابلہ کے لئے چھوٹے چھوٹے تیز گام دستے ترتیب دیئے، ایک سرکاری فوج نے مختار کے کیمپ کا محاصرہ کرلیا لیکن ابراہیم جلد ہی آپہنچا اور فوج کو پیچھے سے گھیر لیا، حملہ آور پسپا ہوئے، حکومت کے کئی اور جنرل دوسرے معرکوں میں کام آئے اور ان کی زیر نگراں فوج تتر بتر ہوگئی، حکومت کی لگاتار کئی شکستوں نے مختار اور اس کے متبعین کے حوصلے بڑھا دیئے، گورنر اور اس کے ساتھیوں پر ہراس طاری ہوگیا۔

گورنر کی تقریر

اس موقع پر ایک عرب سردار عمرو بن حجّاج زبیدی نے گورنر کو للکار کر کہا: مرد آدمی، خوف وہراس بری بلا ہے، اس کو پاس نہ آنے دو، محل سے باہر نکلو اور لوگوں کو دشمن سے لڑنے کی دعوت دو، شہر میں آدمیوں کی کوئی کمی نہیں، ان باغیوں کے علاوہ سب تمھارے وفادار ہیں، خدا ان کو ذلیل و مغلوب کر کے رہے گا، میں پہلا رضاکار ہوں جو اپنی خدمات باغیوں کو کچلنے کے لئے پیش کرتا ہوں، ایک فوج میرے حوالہ کرو اور دوسرے اکابر کی کمان میں بھی فوجیں بھیجو۔ گورنر محل سے نکلا اور ایک بڑے مجمع کو مخاطب کر کے کہا: حاضرین! بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ ایک ایسی جماعت پر قابو نہ پاسکے جو تعداد میں آپ سے بہت کم ہے، جس کا عقیدہ اور مسلک فاسد ہے جو خود ہی گمراہ نہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتی ہے، کمر ہمت باندھ کر اس سے لڑنے نکل کھڑے ہوئیے، اپنے گھربار کو اس کی دستبرد سے بچائیے، اپنے شہر اور خراج کی اس سے حفاظت کیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو خدا کی قسم وہ ایسے لوگوں کو آپ کے خراج میں شریک کرلیں گے جو اس کے مستحق نہیں

ہیں (یعنی غلام و موالی) مجھے معلوم ہوا ہے باغیوں میں آپ کے پانچ سو آزاد کردہ غلام ہیں اور ان کا لیڈر بھی ایک آزاد کردہ غلام ہے، آپ کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ان لوگوں کی تعداد اور قوت بڑھ گئی تو آپ کی عزت، اقتدار اور دین سب خاک میں مل جائے گا[1] " أيها الناس إن من أعجب العجب عجزكم عن عُصبة منكم قليل عددها، خبيث دينها ضالّة مُضِلّة، أُخرجوا إليهم فامنعوا منهم حريمكم وقاتِلوهم عن مِصركم، وامنعوا منهم فيئكم وإلّا والله ليُشارِكُن في فيئكم من لاحق له فيه، والله لقد بلغني أن فيهم خمسمائة رجل من محرّريكم عليهم أمير منهم وإنما ذهاب عزكم وسُلطانكم وتغير دينكم حين يكثرون "۔

مختار غالب

گورنر کی اس تقریر کے بعد کئی بڑی بڑی قبائلی فوجیں مختار کے مقابلہ کو نکلیں لیکن سب کی سب پسپا ہوئیں، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اُن کے مد مقابل الفی کے بھائی بند اور ماتحت تھے جن پر تلوار اٹھاتے ہوئے ان کا دل دکھتا تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ ابن زُبیر کی وفاداری کے مقابلہ میں ان کو اپنی جان اور اپنی خیریت زیادہ عزیز تھی، اس کے علاوہ مختار نے جنگ کی قیادت بھی بڑی حکمت سے کی، اس نے اپنی فوج کا ایک حصا ابراہیم اور کئی دوسرے کمانڈروں کی ماتحتی میں قصر حکومت کا محاصرہ کرنے بھیج دیا اور دوسرا اپنی کمان میں لے کر وہ خود نکلا اور سرکاری فوجوں کو اپنی اور اپنے جنرلوں کی

[1] تاریخ الأمم ۷/۱۰۶

فوج کے درمیان دبالیا، محاصرہ کے چوتھے دن محل اور شہر پر مختار کا قبضہ ہوگیا، گورنر محل چھوڑ کر بھاگا اور کوفہ میں اپنے کسی رشتہ دار کے ہاں چھپ گیا، مختار نے گورنر کی طرف سے سارے لڑنے والوں کو معاف کر دیا، وہ حتی الامکان خوں ریزی سے بچا کرتا تھا۔

فتح کے بعد مختار کی تقریر

رات قصر امارت میں گذار کر صبح کو مختار نے بڑی مسجد میں شرفائے شہر اور عوام کے سامنے قرآنی اسلوب اور الہامی انداز میں یہ تقریر کی :-

"اس خدا کا سپاس گذار ہوں جس نے اپنے دوست سے کامیابی کا وعدہ فرمایا اور اپنے دشمن کو نامرادی کی دھمکی دی، یہ اس کا ایک ایسا اٹل فیصلہ ہے جو ہمیشہ نافذ رہے گا، لوگو! ہمارے لئے ایک جھنڈا بلند کیا گیا اور ہمارے لئے ایک منزل مقرر کی گئی، جھنڈے کے بارے میں ہم سے کہا گیا کہ اس کو بلند رکھو اور سرنگوں نہ ہونے دو، مقصد کے بارے میں ہم سے کہا گیا کہ اس کی طرف بڑھتے چلے جاؤ لیکن اس سے تجاوز نہ کرو، ہم نے داعی کی دعوت کو توجہ سے سنا اور دل سے قبول کیا (یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا یا راوی کے ذہن سے اتر گیا) کتنے مرد اور عورتیں جنگ میں کام آنے والوں کی خبر موت دے رہی ہیں، غارت ہوں سرکش جو حق سے روگردانی کرتے ہیں اور سچوں کو جھوٹا بتاتے ہیں! حاضرین! ہماری تحریک میں داخل ہوئیے اور ہماری بیعت کیجئے جو آپ کی دنیوی اور اُخروی سرخروئی کی ضامن ہے، اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آسمان کو بے روک چھت بنایا اور زمین کو وسیع گذرگاہ، آپ علی بن ابی طالب اور ان کے لڑکوں کے بعد

میری بیعت سے زیادہ درست اور دنیوی و اُخروی کامیابی کو متضمن کبھی کوئی بیعت نہیں کریں گے۔[1] "الحمد لله الذی وعد ولیّه النصر وعدوه الخسر، وجعله فیه إلی آخر الدهر وعداً مفعولاً، وقضاءً مقضیاً، أیها الناس إنه رُفعت لنا رأیة ومُدت لنا غایة، فقیل لنا فی الرایة أن ارفعوها ولا تضعوها وفی الغایة أن اجروا إلیها ولا تعدوها فسمعنا دعوة الداعی ومقالة الواعی ... فکم من ناع وناعیة لقتلی فی الواغیة وبُعداً لمن طغی وأدبر وعصی وکذّب وتولّی، ألا فادخلوا أیها الناس فبایعوا بیعة هُدی فلا والذی جعل السماء سقفاً مکفوفاً والأرض فجاجاً سبلاً ما بایعتم بعد بیعة علی بن أبی طالب وآل علی أهدی منها۔"

بیعت

تقریر کے بعد مختار نے بیعت لینا شروع کی، پہلے شرفاء پھر عوام سے بیعت ان سات اصول پر مبنی تھی: (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت نبی، (۳) اہل بیت کا انتقام، (۴) زبیریوں سے جنگ، (۵) کمزوروں کی حمایت، (۶) لڑنے والوں سے جنگ اور صلح کرنے والوں سے صلح، (۷) بیعت کی سچی پابندی، جب بیعت کرنے والا یہ سات بول زبان سے ادا کرتا تو مختار اس کا ہاتھ چھو لیتا۔[2]

نامساعد حالات

مختار کی دلی تمنا پوری ہوئی، قصر امارت اور منبر آج اس کے قدموں

[1] تاریخ الامم ۷/۱۰۸
[2] تاریخ الامم ۷/۱۰۸

میں تھے، اب حکومت کو مضبوط بنانا اور وسعت دینا باقی تھا، لیکن اس کو یہ موقع نہ مل سکا، نامساعد حالات نے ہر طرف سے اس پر ہجوم کر لیا، قبائلی و مذہبی رعونت، حسد اور فتنہ پردازی زیادہ دن اس کو برداشت نہ کر سکی، اس کی "ضعفاء نوازی" اس کی سب سے بڑی دشمن ثابت ہوئی، اس کی خواہش مساوات اس کے گلے کا پھندا بن گئی، جس محل میں وہ فاتحانہ داخل ہوا، اسی محل سے کفن پہن کر اس کو نکلنا پڑا، فتح پا کر اس نے سارے مخالفوں کو معاف کر دیا تھا لیکن اس پر فتح پانے والوں نے اس کے سارے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔

مدت حکومت

اکثر مورخ مختار کا دور اقتدار اٹھارہ ماہ بتاتے ہیں، یعنی ربیع الاول ۶۶ھ سے رمضان ۶۷ھ تک، طبری، ابو حنیفہ، دینوری، ابن اثیر اور ابن خلدون کی یہی رائے ہے، لیکن بلاذری نے انساب الاشراف میں کئی بار اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کا قتل رمضان ۶۹ھ میں واقع ہوا، اس حساب سے اس کے دور اقتدار کی مدت ساڑھے تین سال ہوتی ہے

بہر حال چاہے مختار نے اٹھارہ ماہ حکومت کی ہو یا ساڑھے تین سال اس میں شک نہیں کہ یہ عرصہ عربی تاریخ میں ایک انوکھا عرصہ ہے جس میں مختار بحیثیت ایک حکمراں، ایک ڈپلومیٹ اور ایک فرد کے بالکل منفرد شان سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

کوفہ کے تین گروہ

مختار کا خاتمہ ۶۷ھ یا ۶۹ھ میں ہوا، پہلے چاروں خلفاء کے عہد

اس نے دیکھے، اچھے برے گورنروں کی سیرت کا مشاہدہ کیا، مکہ، مدینہ اور کوفہ سے جو عربوں کے سیاسی، مذہبی اور خاندانی قوت و عظمت کے مرکز تھے، اس کا گہرا تعلق رہا، اس کو عمر فاروق کی کامیابی کا راز معلوم تھا، عثمان غنی کے خلاف تحریک کے اسباب سے اچھی طرح واقف تھا، حضرت علی کے پونے پانچ سال خلافت کے پرآشوب واقعات اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے، اس کو خود نہ خاندانی عظمت حاصل تھی، نہ مذہبی وجاہت، نہ قبائلی رسوخ، لیکن وہ ایک معاملہ فہم آدمی تھا، جس نے خاندانی رعونت، یا قبائلی عصبیت یا مذہبی پندار کی عینک سے نہیں بلکہ ایک متعلم اور محقق کی نظر سے حالات کا مطالعہ کیا تھا، اس کے دل میں حکومت کی بے انتہا آرزو تھی، لیکن اس آرزو کی بنیاد حسب نسب پر نہیں بلکہ اس کی ہوشیار عقل اور مجتہدانہ فکر پر قائم تھی۔

کوفہ میں جو پہلے اس کی سربلندی کا زینہ بنا اور پھر اس کی تباہی کا گڑھا شیعہ اقلیت کو چھوڑ کر تین قسم کے لوگ تھے:

(۱) قبائلی سردار اور ان کے ماتحت قبیلے جن کی زندگی کا اہم ترین مقصد دولت و اقتدار تھا، وہ ہر حاکم کے ساتھ اپنی وفاداری کو ان دو پیمانوں سے ناپا کرتے تھے، جو حاکم اُن کا یہ مقصد پورا کرنے میں ناکام ہوتا اس سے وہ بگڑ جاتے اور اس کے زوال کے لئے سازشیں کرنے لگتے۔

(۲) مذہبی اکابر جو قُرّاء (عالم قرآن) کہلاتے اور شہر کی مذہبی و فکری زندگی پر چھائے ہوئے تھے، ان میں بہت سے جاہ پسند تھے اور مذہبی پندار میں مبتلا، یہ حاکموں سے اسی وقت تعاون کرتے جب وہ ان کے ساتھ التفات خاص سے پیش آتے، ان کی مالی مدد کرتے، ان کے نقطۂ نظر سے متفق ہوتے

اور ان کی مذہبی برتری تسلیم کرتے تھے، کسی حاکم سے اگر ان کے مطالبے پورا کرنے میں کوتاہی ہوتی تو وہ ناراض ہو کر اس کے خلاف شورش برپا کیا کرتے تھے، ان قرّاء کے بارے میں حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کہتے ہیں: انھوں نے قرآن کے بول تو یاد کر لئے ہیں لیکن اس کے تقاضوں کو فراموش کر دیا ہے، اس کے ذریعہ حاکموں سے تعلق پیدا کرتے ہیں، اور اپنے ہم شہروں پر چھائے رہتے ہیں[1]۔

(۳) غلام و موالی جن میں صرف لائق جنگ افراد کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ بتائی جاتی ہے، یہ گروہ اپنے آقاؤں کی خدمت اور اطاعت کے لئے تھا، اسلام کا سرچشمہ قرآن، عربی میں تھا، نبی اسلام عرب تھے، اور اسلام کا نزول اول عربوں پر ہوا ہے، یہ حقیقت غیر عرب کے لئے بڑی مرعوب کن حقیقت تھی، اس کو عربی، سیاسی و اجتماعی استبداد نے اور زیادہ سنگین بنا دیا تھا۔

مختار کی پالیسی

مختار ان تینوں گروہوں کی نفسیات سے خوب واقف تھا، ان تینوں میں اپنے مقصد کے حصول کے لئے تیسرا گروہ اس کو سب سے زیادہ موزوں نظر آیا، یہ گروہ اہل بیت کا معتقد اور حضرت علی کا ممنون تھا، پہلے گروہ میں جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ ذی اثر تھا، دولت و اقتدار کی حرص کے ساتھ جاہلی رعونت اور شورش پسندی کے خصائص بھی موجود تھے، ان میں سے اکثر وقتی اور نجی مفاد کے وفادار رہتے تھے، اس لئے مختار کو ان سے

---

[1] عیون الاخبار ابن قتیبہ مصر ۵/۱۳۲۔

زیادہ امید نہ تھی، یہ بہت تھا اگر ان کے فتنہ انگیز رجحانات دبے رہتے، مختار ان سے اسی قدر چاہتا تھا اور اس کے لئے جہاں تک ہوا اس نے انھیں خوش رکھنے کی کوشش کی، اس نے دوسرے گروہ یعنی مذہبی اکابر کی بھی تالیف قلب کی، ان کے ساتھ التفات برتا، ان کی مذہبی قیادت کا اعتراف کیا اور خود دیندار بنا رہا، لیکن اس کی قوت کا سب سے مضبوط ستون تیسرا گروہ ہی بن سکا، موالی عربوں سے زیادہ وفادار، زیادہ ایماندار، اور زیادہ فرمانبردار تھے، ان میں نہ جاہلی تمکنت تھی، نہ قبائلی عصبیت، نہ مذہبی پندار، وہ اجتماعی عزت اور اقتصادی خوش حالی کے بھوکے تھے اور ان کو ایک مہربان، منصف اور مساوات پسند لیڈر کی ضرورت تھی، مختار ان کی اُمنگوں کا کفیل بن گیا۔

مختار کا بہروپ

ان تینوں گروہوں اور شیعہ اقلیت کو قابو میں رکھنے کے لئے مختار نے ایک خاص حربہ استعمال کیا۔ یہ تھا اس کا مذہبی وروحانی بہروپ، اس میں وہ پورا استاد نکلا، خوش بیان ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو مقفی گفتگو کرنے کا بھی بڑا اچھا سلیقہ تھا، جاہلی عربوں میں مقفی کلام کاہن استعمال کرتے تھے، مختار کو اپنی مقصد برآری کے لئے پرواہ نہ تھی کہ اس کو کیا بننا پڑتا ہے، اس کی زندگی کا انداز بھی اس قسم کے بہروپ کے لئے ساز گار تھا، کیوں کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں ایک سنجیدہ دیندار آدمی کی طرح رہتا تھا، وہ ہر اہم موقع پر مسجع الہامی زبان استعمال کرتا اور سامعین کو اپنی لیاقت سے مرعوب کیا کرتا، قید سے پہلے، قید خانہ کے اندر اور قصر امارت میں داخل ہونے تک بھی اُس نے ایک مکمل الہامی شخص کی سی سیرت رکھی، محل کے محاصرہ سے پہلے گورنر کی فوج

سے جب اس کا مقابلہ ہوا تو وہ روزہ رکھے ہوئے تھا، اس کی فوج کے کچھ لوگوں میں اس موضوع پر گفتگو ہوئی، ایک نے کہا: امیر روزہ نہ رکھتے تو فوج کی کمان زیادہ اچھی طرح کر سکتے، دوسرا بولا: امیر معصوم ہیں، ان کے بارے میں ایسی بات نہ کہو، وہ اچھے بُرے کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔" ابن سبا کی تحریک کی بدولت حضرت علی کی غیب دانی اور الہامیت کے بہت سے قصے کوفہ کے شیعوں اور ضعیف الاعتقاد موالی میں مشہور ہو گئے تھے، مثلاً صِفّین کو جاتے ہوئے میدانِ کربلا میں حضرت حسین سے ان کی یہ پیش گوئی کہ اس جگہ اہلِ بیت مارے جائیں گے، یا پستان والے خارجی کے بارے میں ان کی پیش گوئی اور نہروان کی جنگ میں اس کا پورا ہونا، مختار نے حضرت علی کے اس کردار کی نقالی کی، وہ بلند آہنگ سجع میں مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں کرتا اور اپنے متبعین بالخصوص غلام اور موالی کو اُن کے ذریعہ خوش حالی اور کامرانی کی بشارتیں دیتا اور ان کے دلوں کو گرماتا۔

بہروپ میں توسیع

جب اس کو حکومت حاصل ہوئی اور کوفہ، شام اور حجاز میں دشمن سر اُٹھانے لگے تو اُس کو اپنا بہروپ بڑھانا پڑا، دشمن کے مقابلہ میں اپنی فوجوں کا حوصلہ بڑھانے یا ان کی اخلاقی توانائی برقرار رکھنے کے لئے وہ ظاہر کرتا کہ ما فوق الانسان قوتیں اس کی تابع ہیں جن کی بدولت وہ ناقابلِ تسخیر ہے، اس کی روحانی نظر اتنی تیز ہے کہ غیب کے پردوں کو چیر کر مستقبل تک پہنچ جاتی ہے، وہ کاہن کے درجہ سے ترقی کر کے نبی کے درجہ تک پہنچ گیا، اور اگرچہ اس نے اپنی نبوت کا کبھی برملا اعلان نہیں کیا وہ ہر نفسیاتی موقع پر ایسی تقریریں اور باتیں خوب کیا

کرتا جو اس کی غیب دانی پر دلالت کرتیں، بعض راویوں نے تو اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ وہ خود کو نبی یا صاحب وحی سمجھتا تھا، بلاذری نے لکھا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتا: صلی اللہ علی عیسی بن مریم "اس رمز کی تشریح کرتے ہوئے اُس کے ایک رازدار نے بتایا کہ وہ کہتا ہے کہ میری لڑکی مسیح بن مریم سے بیاہی جائے گی[1]

ایک کرسی

اس بہروپ میں ایک کرسی بہت کام آئی، حضرت علی کی بہن کے پوتے کا بیان ہے کہ میرے پاس خرچ نہ رہا تھا اور مجھے روپیہ کی سخت ضرورت تھی، میں ایک دن گھر سے نکلا تو اپنے پڑوسی تیلی کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر میل کچیل جما ہوا تھا، میں نے دل میں کہا کیوں نہ اس کے بارے میں مختار سے جا کر کوئی چال چلیں! میں گھر لوٹا اور تیلی کے گھر سے کرسی منگوائی، پھر مختار کے پاس گیا اور کہا: میں ایک بات آپ سے چھپاتا رہا ہوں لیکن اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے باخبر کر دوں، مختار نے پوچھا وہ بات کیا ہے تو میں نے کہا: میرے پاس ایک کرسی ہے جس پر جعدہ بن ہُبیرہ (راوی کے والد اور حضرت علی کے بھانجے) بیٹھا کرتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت علی کا غیبی اور روحانی علم حلول کر گیا ہے۔" مختار نے کہا: حیرت ہے تم آج تک اتنی اہم بات چھپاتے رہے، اس کو ابھی منگواؤ، "ابھی منگواؤ" کرسی لائی گئی، اُس کو دھویا جا چکا تھا، میل کچیل کے نیچے کی لکڑی تیل پینے سے خوب چمکدار ہو گئی تھی، اس پر کپڑا ڈال دیا گیا، مختار نے مجھے چھ ہزار روپئے کا عطیہ

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۳۶۔

دیا اور جامع مسجد میں کرسی رکھوا کر یہ تقریر کی : "پچھلی قوموں میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جس کی نظیر ہمارے ہاں نہ موجود ہو، بنو اسرائیل کے ہاں تابوت تھا جس میں آلِ موسیٰ و ہارون کا باقی ماندہ علم حلول کر گیا تھا، ہمارے ہاں یہ کرسی اس تابوت کی طرح ہے[1]۔ یہ کہہ کر اس نے کرسی کا غلاف ہٹانے کا حکم دیا، جب کرسی کھلی تو سبائی ذہنیت کے لوگوں نے کھڑے ہو کر نہایت عقیدت سے ہاتھ اٹھا کر تین بار تکبیریں کہیں[2]۔ کرسی پر ریشم کا غلاف چڑھا دیا گیا، وہ ایک مقدس ادارہ بن گئی، مختار کے بعض مقرب اس کے مجاور ہو گئے، مشہور صحابی ابو موسیٰ اشعری کے صاحبزادے اس کے ناظم امور مقرر ہوئے، یہ کرسی غیبی قوتوں کا سرچشمہ تھی، اس کا طواف کیا جاتا، ہر خطرہ اور مصیبت میں اس سے مدد مانگی جاتی، پانی اس کی معرفت برسوایا جاتا، جنگ میں اس سے نصرت طلب کی جاتی، جب مختار کی فوجیں لڑنے نکلتیں تو آگے آگے کوفہ سے کچھ دور تک ایک کبورے خچر پر یہ کرسی جاتی، اس کے دائیں بائیں مجاور انتہائی احترام سے اس کو پکڑے ہوئے چلتے، شہر سے کچھ دور نکل کر لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور اس

---

[1] تاریخ الامم، ۷/۱۴۱۔

[2] بعض مورخوں نے کرسی کا قصہ دوسرے انداز سے پیش کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ کوفہ پر قابض ہونے کے بعد ایک دن مختار نے جعدہ بن ھُبَیرۃ (حضرت علی کے بھانجہ) کے لڑکوں سے کہا : "علی بن ابی طالب کی کرسی مجھے لا کر دو"۔ انھوں نے کرسی کے بارے میں لاعلمی ظاہر کی، مختار بولا : حماقت نہ دکھاؤ، کرسی لا دو، اس اصرار سے لڑکوں نے نتیجہ نکالا کہ وہ محض کرسی چاہتا ہے، اور جو کرسی بھی اس کو لا کر دی جائے گی وہ قبول کر لے گا، چنانچہ انھوں نے ایک کرسی لا کر دی اور کہا کہ یہ وہی کرسی ہے جس پر حضرت علی بیٹھا کرتے تھے۔ تاریخ الامم ۷/۱۴۱۔

اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر گڑگڑاتے اور دعائیں مانگتے اور اس کو خدا کی طرح مخاطب کرتے، ان مراسم کے بعد فوج آگے بڑھ جاتی اور کرسی کو پورے احترام کے ساتھ کوفہ واپس پہنچا دیا جاتا[۱] کرسی کے ظہور کے بعد مختار کی پہلی جنگ شام کی فوجوں سے ہوئی جو ابن زیاد کی قیادت میں عراق پر چڑھی آرہی تھیں، مختار کی فوج کرسی سے استعانت لے کر گئی تھی، اتفاق کی بات کہ جنگ میں شامیوں کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے، اس واقعہ نے شیعوں کو کرسی کی کرامت کا حد کفر تک معتقد کر دیا، بعض اعیان شہر نے احتجاج کیا تو کرسی چھپا دی گئی لیکن بلاذری[۲] کے رپورٹر کہتے ہیں کہ مختار کے ساتھی اس کے قتل تک کرسی سے رجوع کرتے رہے۔

جبریل اور میکائیل

ایک بڑے عرب کا بیان ہے کہ میں مختار سے ملنے گیا تو دو تکیے اس کے سامنے رکھے تھے، مجھے دیکھ کر اس نے غلام کو آواز دی اور میرے لئے تکیہ منگوایا، میں نے پوچھا یہ تکیے کس کے لئے ہیں تو مختار بولا : ایک سے ابھی جبریل اور دوسرے سے میکائیل اٹھ کر گئے ہیں[۳]۔

میدان جنگ میں فرشتے

مختار کے خلاف غیر شیعی اکابر کوفہ کی بغاوت کے بعد جس کا ذکر آگے

---

[۱] انساب الاشراف ۵/۲۴۲۔

[۲] انساب الاشراف ۵/۲۴۲۔

[۳] انساب الاشراف ۵/۲۴۲۔

آتا ہے، ایک مجرم قید ہو کر آیا اور مختار کو خوش کرنے کے لئے کہنے لگا: اہل کوفہ سے آپ کی لڑائی کے دوران میں نے دیکھا کہ فرشتے ابلق گھوڑوں پر آپ کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔" مختار واقعی مسرور ہوا اور اس نے مجرم کو حکم دیا کہ مسجد میں جا کر لوگوں کو اپنے تجربہ سے آگاہ کرے، اس انکشاف سے حامیانِ اہل بیت کے دلوں میں مختار کی عظمت اور زیادہ بڑھ گئی، مجرم کو معاف کر دیا گیا۔[1]

عرب و غیر عرب مختار کی غیب دانی کے قائل

امام شعبی نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر عرب ہی نہیں بلکہ عرب بھی مختار کو غیب داں سمجھتے تھے، مختار کی فوجیں ابراہیم بن اشتر کی کمان میں عبید اللہ بن زیاد سے لڑنے گئی ہوئی تھیں، شہر میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ ابراہیم مارا گیا اور عبید اللہ فتح کا جھنڈا لہراتا ہوا کوفہ کی طرف چلا آرہا ہے، مختار نے فوراً رسالے تیار کئے اور عبید اللہ سے لڑنے نکلا، اس کی فوج سستانے اور رسد لینے مدائن میں خیمہ زن ہوئی، شعبی کہتے ہیں کہ ایک دن مختار اپنی تقریر میں ہمیں تلقین کر رہا تھا کہ دشمن کا بہادری سے مقابلہ کریں اور اہل بیت کے خون کا انتقام لیں کہ اس کو شامیوں کی شکست اور عبید اللہ کے قتل کی خبر موصول ہوئی، مختار نے باغ باغ ہو کر متانت سے کہا: خدائی فوجدارو! کیا میں نے تم کو پہلے ہی اس فتح کی بشارت نہیں دے دی تھی؟" سب نے عقیدت اور جوش سے اقرار کیا، اس وقت قبیلہ ھمدان کا ایک عرب جو میرے پاس بیٹھا تھا بولا: شعبی اب بھی تم کو یقین آیا؟ میں نے پوچھا: کس بات کا؟ ھمدانی عرب: مختار کی غیب دانی کا؟" میں نے کہا: میں تو یہ ہرگز باور نہیں

---

[1] انساب الاشراف ۲/ ۲۴۴۔

کر سکتا"۔ ہمدانی عرب: کیا انھوں نے پیش گوئی نہیں کی تھی کہ شامی ہاریں گے؟ میں نے کہا: انھوں نے تو کہا تھا کہ شامیوں کو نصیبین (جزیرہ کا شہر) میں شکست ہوگی اور شکست ہوئی ہے ان کو خازِر (ضلع موصل) میں!" وہ عرب کھسیا کر کہنے لگا: بخدا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک تم پر عذابِ الیم نازل نہ ہوگا"۔[1] یہ واقعہ ۶۶ھ کا ہے جب مختار کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔

مسعودی لکھتا ہے: کوفہ میں مختار کی طاقت اور اس کے متبعین کی تعداد خوب بڑھ گئی، بہت سے لوگ اس کی تحریک میں داخل ہو گئے، وہ لوگوں کو ان کے عقیدہ اور رجحان کے مطابق دعوت دیتا، کچھ لوگوں سے کہتا کہ محمد بن حنفیہ امام ہیں اور میں ان کی خلافت کی مہم چلانے پر مامور ہوں، اور کچھ لوگوں پر ظاہر کرتا کہ میرے اوپر وحی آتی ہے اور جبریل مجھے غیب کی باتیں بتاتا ہے[2]"۔

مختار کا ایک خطبہ

بلاذری نے انساب الاشراف میں مختار کے متعدد مقفّٰی خطبے بیان کئے ہیں جو قرآنی یا الہامی اسلوب میں ہیں، جن کو وہ نفسیاتی موقعوں پر اپنے متبعین یا مخالفین کو مرعوب و مدہوش کرنے کے لئے دیا کرتا تھا، ان میں سے ایک خطبہ جس میں اس نے اپنی روحانی پوزیشن کی وضاحت کی تھی

---

[1] تاریخ الامم ۷/ ۵۸ اور انساب الاشراف ۵/ ۲۵۰۔

[2] مروج الذہب مسعودی مصر حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر ۶/ ۱۵۶ نیز کتاب المعارف ابن قتیبہ مصر ۱۹۳۴ء ص ۱۷۴

ہے، یہاں پیش کیا جاتا ہے ۔

"قسم ہے بلد امین کے رب کی اور طور سینین کی حرمت کی" میں کمینے شاعر کو قتل کر کے رہوں گا جس کا نام اعشیٰ ناعطین ہے جو جلولاء سے پکڑی ہوئی باندی کا لڑکا ہے، جس پر میں نے احسان کیا لیکن جس نے احسان فراموشی کی، پہلے میری پیروی کی پھر بے وفائی برتی، کل پچھاڑ کر اس کو ذبح کیا جائے گا، پھر وہ جہنم رسید ہوگا اور عذاب اکبر کا مزہ چکھے گا، تباہ ہو ابن ہمام لعین جس کا تعلق بنو اسد سے ہے جو شیطانوں کے دوست ہیں اور کافروں کے احباب، جنہوں نے میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور میرے اوپر بے ہودہ بہتان لگائے ہیں، جنہوں مجھے کذاب کا لقب دیا ہے حالانکہ میں سچا آدمی ہوں جس کی صداقت کی شہادت دی جا چکی ہے، وہ مجھے کاہن کہتے ہیں حالاں کہ میں بُرے بھلے میں بڑا تمیز کرنے والا صاحب کرامات ہوں"[1] ورب البلد الأمين وحرمة طور سينين لأقتلن الشاعر الهجين أعشى الناعطين وسوء برق البارقين، ابن الأمة من جلولاء خارقين الذى مننت عليه فكفروتابعنى فغدر. وغداً يلقى فينحر ثم يصير إلى سقر فيذوق فيها العذاب الأكبر، وويل لابن همام اللعين وأخى الأسديين أولئك أولياء الشياطين وإخوان الكافرين الذين قرفوا علىّ الأباطيل وتقوّلوا علىّ الأقاويل فسمولى كذابا وأنا الصادق المصدوق وكاهنا وأنا العجيب الفاروق"

اعشیٰ ہمدان کوفہ کا ممتاز شاعر تھا، جس کی شاعری ہجو اور واقعہ نگاری کے لئے مشہور ہے، امام شعبی اس کے بہنوئی تھے، اس کا شمار کوفہ کے فقہاء اور

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۳۵ - ۲۳۶۔

قراء میں ہوتا تھا لیکن جب قرآن و فقہ سے اس کی تمنائیں پوری نہ ہوئیں تو وہ شاعر ہوگیا اور ہجو اور تحریف کے ذریعہ عزت، دولت اور رسوخ حاصل کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں وہ مختار کا مقرب تھا لیکن بعد میں کسی وجہ سے ناراض ہوگیا اور اس کے بہروپ کا شعر میں مذاق اڑانے لگا (آغانی ابوالفرج اصفہانی مصر ۱۴۶/۵)

ابن ہمام سلولی بھی کوفہ کا شاعر تھا جس کی وفاداریاں عثمان غنی اور ان کے خاندان سے وابستہ تھیں، پھر وہ ابن زبیر کا وفادار ہوگیا اور جب کوفہ میں ابن زبیر کی حکومت ختم ہوئی اور مختار کا ستارہ چمکا تو اس نے مختار کی مدح میں قصیدہ لکھا اور انعام حاصل کیا، لیکن حامیان اہل بیت کی ایک جماعت اس کو منافق اور عثمانی ہی سمجھتی رہی اور اس کو اتنا ستایا کہ وہ بھاگ گیا اور مختار اور اس کے متبعین کی ہجو کی۔ (انساب الاشراف ۲۲۹/۵)

اپنے بارے میں مختار کا اعتراف

اس بات کا سب سے بڑا ثبوت کہ مختار ریاکاری سے نہ تو خود کو نبی سمجھتا تھا اور نہ کاہن بلکہ اپنی مقصد برآری کے لئے اور اپنے متبعین کی متلون مزاجی اور عدم اعتمادی کے پیش نظر، کبھی اس کو کاہن، کبھی غیب داں اور کبھی نبی کا روپ بھرنا پڑتا، اس کا وہ اعتراف ہے جو مرنے سے کچھ پہلے اس نے اپنے ایک مقرب سے کیا، یہ وہ موقع تھا جب مصعب بن زبیر (برادر ابن زبیر) کی فوجیں اس کے محل کا گھیرا ڈالے تھیں، اس کے اقبال کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اس کے بہروپ کا پول کھل چکا تھا، اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور ان کا دل جنگ و قتال سے اچاٹ ہو چکا تھا، ایک ماہ سے زیادہ انتظار کرنے کے بعد بھی جب ان کا جمود نہ ٹوٹا تو مختار اپنے جاں نثاروں کی ایک ٹولی کے ساتھ محل سے نکلا اور ایک مقرب سے جس کا نام سائب تھا کہنے لگا: کہو کیا رائے ہے؟

سائب: صوابدید تو آپ کی ہے، آپ اپنی رائے بتایئے، مختار: صوابدید میری یا خدا کی! ارے احمق میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ میں ایک بڑا عرب ہوں، میں نے دیکھا کہ ابن زبیر حجاز پر قابض ہو گئے، مروان شام پر، نجدہ (خارجی لیڈر) یمامہ پر، میں بھی کسی سے کم نہ تھا، میں نے ادھر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا، اور ان کی طرح اقتدار حاصل کیا، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں نے اہل بیت کے انتقام کا بیڑا اُٹھایا جب کہ دوسرے عرب ادھر سے غافل تھے اور اُن کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔[1]

ولما خرج المختار من القصر قال للسائب: ماذا ترى؟ قال: الرأى لك فماذا ترى؟ قال: أرى أنا أم الله يرى؟ ويحك أحمق أنت، إنما أنا رجل من العرب، رأيت ابن الزبير انتزى على الحجاز ورأيت نجدة انتزى على اليمامة ومروان على الشام فلم أكن دون أحد من رجال العرب فأخذت هذه البلاد، فكنت كأحدهم إلا إني طلبت بثأر أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم إذ نامت عنه العرب فقتلت من شرك في دماءهم۔

حکومت پا کر مختار کا طرزِ عمل

کوفہ پر قابض ہونے کے بعد مختار نے بڑی رواداری اور حسن سلوک سے حکومت شروع کی، موالی اور غلام تو اس کی عنایتِ خاص کا مرکز تھے ہی ان کے علاوہ شہر کے معزز لوگوں، قبائلی اعیان اور مذہبی اکابر (قراء و فقہاء) کے ساتھ بھی اس نے عمدہ برتاؤ کیا، حالانکہ چند دن پہلے یہ لوگ ابن زبیر

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۵۵۔

کی وفاداری میں اس کے خلاف لڑے تھے، یہی نہیں وہ ان کے تالیفِ قلب کی بھی برابر کوشش کرتا رہا اگرچہ عربوں اور خاص کر کوفہ کے شوریدہ سر اور جاہ پسند عربوں کو مطمئن رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

داد و دہش

کوفہ کے خزانہ میں اس کو لگ بھگ پچاس لاکھ روپئے ملے، اس رقم کا ایک بڑا حصہ اُس نے اپنے اُن معاونین پر صرف کیا جن کی مدد سے اُس کو فتح حاصل ہوئی تھی، ابن زبیر کے گورنر کوفہ کے محاصرہ سے پہلے اڑتیس سو آدمی اس کے ساتھ تھے جن میں سے ہر ایک کو بغیر کسی امتیاز کے اُس نے ڈھائی ڈھائی سو روپئے عطا کئے اور اُن چھ ہزار کو جو محاصرہ کے دوران میں اُس سے آملے تھے سو سو روپئے دئے[1] مختار نے اس روپئے سے اپنے شایانِ شان ایک کوٹھی بھی بنوائی اور اُس کے باہر ایک خوش نما وسیع باغ لگوایا۔

ابن حَنَفِیَّہ وغیرہ کو تحائف

کئی لاکھ روپئے کے عطیے اس نے ابن حَنَفِیَّہ (متوفی ۸۱ھ)، حضرت حسین کے صاحبزادے علی زین العابدین (متوفی ۹۴ھ) عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۹ھ) اور اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر (متوفی ۶۸ھ) کو بھیجے، بلاذری کے رپورٹر کہتے ہیں کہ اس کے تحفے اور عطیے ابن عمر، ابن عباس اور ابن حَنَفِیَّہ کی خوشنودی اور اخلاقی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے برابر آتے رہتے تھے[2]

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۵۹

[2] انساب الاشراف ۵/۲۷۰

ماتحت علاقے

کوفہ کے خاص وعام کو وقتی طور پر مطمئن کر کے وہ ماتحت علاقوں کی طرف متوجہ ہوا، یہ علاقے خراسان، فارس اور سجستان کے صوبوں کو چھوڑ کر عراق، وسطی وشرقی ایران اور موصل کے ایک بڑے رقبہ پر مشتمل تھے، یہاں اُس نے اپنے نمایندے مقرر کئے اور اپنے کئی مقربوں کو گورنر اور کلکٹر بنا کر بھیجا۔

ہمارے مورخوں نے اس کے ان صوبوں اور ضلعوں کی نشان دہی کی ہے[1]:-

اَرمینیہ : گورنر ۔ ابراہیم بن اشتر کا چچا عبداللہ بن حارث ۔

اَذْرَبیجان : گورنر ۔ محمد بن عُمیر بن عُطارِد (محمد بن عثمان بتصریح الاخبار الطوال مصری اڈیشن ۱۳۳۰ھ ص ۲۸۵)۔

مَوصِل : گورنر۔ عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس ھمدانی ۔

مدائن : گورنر ۔ اسحاق بن مسعود۔

جُوخٰی (عراق) : گورنر۔ زحر بن قیس ۔

بِہقباذِ اعلیٰ (عراق) : گورنر ۔ قدامہ بن ابی عیسی ۔

بِہقباذِ اوسط (عراق) : گورنر۔ محمد بن کعب بن قُرظہ ۔

حُلوان (عراق) : گورنر۔ سعید بن حذیفہ بن یمان (ابن مالک بکراوی بتصریح الاخبار الطوال ص ۲۸۵)

---

[1] ناسخ التواریخ محمد تقی بمبئی ۹/ ۶۱۶۔

اِصفہان، قُم اور متعلقہ ضلعے (جِبال) : گورنر۔ یزید بن معاویہ بَجلی۔

رَی اور دَستبی (شمالی و غربی جِبال) : گورنر۔ یزید بن نجبہ فزاری

اپنے ایک معتمد خاص ابن کامل کو اس نے شہر کا کوتوال اور دوسرے معتمد ابو عمرہ کیسان کو گارڈ کا کمانڈر مقرر کیا، یہ دونوں بے حد اہم عہدے صرف رازداروں کو دیے جاتے تھے۔

ابن مُطیع کو عطیّہ

کوتوال نے آکر مختار کو اطلاع دی کہ ابن مُطیع سابق گورنر کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے گھر روپوش ہیں، لیکن مختار نے اس رپورٹ کی طرف دھیان نہیں دیا، کوتوال نے دُو بار پھر یاددہانی کی لیکن مختار نے سنی ان سنی کر دی، ابن مُطیع مختار کے دوست رہ چکے تھے اور عمر فاروق کے رشتہ دار بھی تھے، اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے عمر فاروق کے صاحبزادے عبداللہ، مختار کے بہنوئی تھے، جب رات ہوئی تو مختار نے ابن مُطیع کے پاس پچاس ہزار روپے کی تھیلی بھیجی اور کہلایا کہ مجھے تمھارے چھپنے کی جگہ معلوم ہو گئی ہے، میرا خیال ہے کہ سفر خرچ نہ ہونے کی وجہ سے تم رکے ہوئے ہو، اس روپے سے انتظام کر کے چلے جاؤ، ابن مُطیع نے بصرہ کی راہ لی، ان کو خوف تھا کہ اگر مکہ گئے تو ابن زُبیر سخت مواخذہ کریں گے۔

مختار جج کے روپ میں

مختار، مدبر، محسن اور کاہن ہی نہیں بلکہ بحیثیت فقیہ بھی اہلِ کوفہ

کے دماغوں پر چھانا چاہتا تھا، وہ صبح شام مقدمے سنتا اور دادرسی کرتا، تھوڑے دن بعد جب اس کی فقیہانہ حیثیت مسلم ہو گئی اور کوفہ کے قُراء اس کی قانونی فضیلت کے معترف ہو گئے تو وہ جج کے فرائض سے یہ عذر کر کے دست بردار ہو گیا کہ حکومت کے زیادہ اہم معاملات اب مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے۔

شُریح بن حارث کا تقرر اور استعفا

شُریح جو عمر فاروق کے زمانہ سے قریب قریب مسلسل کوفہ کے سرکاری جج رہے تھے، حالیہ سیاسی ہنگاموں سے گھبرا کر اپنے عہدہ سے الگ ہو گئے تھے، مختار نے اُن کو پھر شہر کا قاضی مقرر کیا، حامیان اہلِ بیت کو یہ بات کھٹکی کیوں کہ وہ شُریح کو عثمانی خیال کرتے تھے، شُریح مستعفی ہو گئے، مختار نے عبداللہ بن مسعود (کوفہ کے فقہی مدرسہ کے بانی) کے پوتے عبداللہ بن عُتبہ کو ان کا جانشین بنا دیا[1]

قاتلین حسین کو ڈھیل

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ مختار نے حکومت پا کر اہلِ بیت کے قاتلوں یا ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو سزا نہیں دی حالاں کہ انتقام اہلِ بیت اس کے دستور سیاسی کی نہایت اہم دفعہ تھی، جو ممتاز عرب عُبیداللہ بن زیاد کے حکم سے حضرت حسین کے ساتھ لڑنے پر مامور کئے گئے تھے وہ شہر میں موجود تھے اور اسی طرح وہ لوگ بھی جنہوں نے حضرت حسین پر تیر چلائے

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۱۰۔

تھے یا اُن کا سر کاٹا تھا یا اُن کے قریبی عزیزوں پر حملے کئے تھے، مختار نے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ سب کے ساتھ رواداری سے پیش آیا، شاید وہ اپنی حکومت استوار کرنے کے بعد یہ سنگین قدم اٹھانا چاہتا ہو، اپنے سیاسی دستور کی اس صریح مخالفت کو وہ شیعوں سے غیب دانی کے پردوں میں چھپا لیتا ہوگا، تقریباً ایک سال تک اس نے قاتلین حسین کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا، پھر جب غیر شیعی اکابر کوفہ نے اس سے بغاوت کی اور اس میں ناکام ہوئے تو مختار نے تلوار سونت لی اور جنگ حسین یا قتل حسین میں شرکت کرنے والا جو جو اس کے ہاتھ آیا، اس کا سر اڑا دیا۔

ایک دن مختار کوفہ کے غیر شیعی اکابر کے ساتھ بڑے جوش و انہماک سے باتیں کر رہا تھا، یہ بات مجلس کے غیر عرب اعیان کو شاق گذری اور انھوں نے شکایت کے طور پر ابو عمرہ کیسان سے کہا: دیکھتے ہو، ابو اسحاق عربوں کی طرف کتنا ملتفت ہے اور ہماری طرف دیکھتا تک نہیں! مجلس ختم ہوئی تو مختار نے کیسان کو بلا کر پوچھا کہ غیر عرب اعیان تم سے کیا سرگوشی کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ وہ عربوں کے ساتھ آپ کے التفات اور اپنے ساتھ آپ کی سرد مہری کی شکایت کر رہے تھے، مختار انداز راز داری سے بولا: تم ان سے کہہ دینا کہ میرے اس طرزِ عمل سے دل پر ذرا میل نہ آنے دو، ہم تم ایک ہیں، یہ کہہ کر وہ کافی دیر تک خاموش رہا، پھر یہ آیت تلاوت کی: اِنّا مِنَ المجرمین مُنتقمون۔ ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے، مختار کا یہ پیغام سن کر موالی خوش ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: خوش ہو جاؤ اور سمجھ لو کہ ابو اسحاق نے عربوں کو ختم کر دیا![1]، مختار کی اس وعید کا اشارہ

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۰۹۔

کہ "ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے" حضرت حسین کے قاتلوں کی طرف ہے جن میں سے متعدد کوفہ کے اکابر تھے، ان میں صحابی سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے بھی تھے جن کی کمان میں کربلا کی جنگ ہوئی تھی۔

موالی کے ساتھ مختار کے حسن سلوک پر ناراضگی

مختار کا موالی کے ساتھ حسن سلوک کوفہ کے عربوں کو سخت ناگوار گذرا، اس نے موالی کی ایک بڑی فوج تیار کر لی تھی جس کو سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی، اب تک سرکاری آمدنی کلیۃً عربوں پر صرف ہوتی تھی، غلاموں اور موالی کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا، عربوں کی دلیل تھی کہ ہم نے اپنے خون پسینہ سے مفتوحہ علاقے حاصل کئے ہیں اور صرف ہم کو ان کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے، مختار اپنی مہربانی اور فیاضی سے موالی کے دل و دماغ پر چھا گیا اور عربوں کے مقابلہ میں جو متلون اور شوریدہ سر تھے، ان کا ایک طاقتور محاذ بنا لیا، موالی کے ساتھ مختار کا حسن سلوک کانٹے کی طرح عربوں کے دل میں کھٹکنے لگا اور نو دس ماہ بعد اس نے ایک خوفناک بغاوت کی شکل اختیار کی۔

عُبید اللہ بن زیاد نے جس کو شام کے نئے خلیفہ مروان بن حکم (متوفی ۶۵ھ) نے عراق و جزیرہ فتح کرنے بھیجا تھا، ۶۵ھ میں کوفہ کے توابین کو شکست دے کر لگ بھگ سال بھر جزیرہ کے ایک باغی گورنر کا محاصرہ کیا جس نے ابن زبیر کی بیعت تسلیم کر لی تھی، اور محاصرہ میں ناکام ہو کر ذوالقعدہ ۶۶ھ میں عراق فتح کرنے کے ارادہ سے موصل کی طرف بڑھا جہاں مختار کا عمل دخل تھا، موصل پر قبضہ کر کے وہ کوفہ کی طرف بڑھنے والا تھا، مختار کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً ماہ ذوالحجہ میں تین ہزار چیدہ سواروں کی ایک فوج اپنے آزمودہ

کار جنرل یزید بن اَنَس کی قیادت میں روانہ کی، اس فوج کا نکلنا تھا کہ کوفہ میں حکومت کے خلاف بغاوت کے بادل اٹھنے لگے، عُبیداللہ بن زیاد نے مختار کے رسالوں کو شکست فاش دی، اس کا قائد یزید بن اَنَس بحالتِ بیماری میدانِ جنگ میں مرگیا، بقیۃ السیف کوفہ بھاگ آئے۔

مختار پر لعن طعن

کوفہ میں بغاوت کے سرغنہ وہ قبائلی سردار تھے جنہوں نے حضرت حسین کے خلاف جنگ کربلا میں حصہ لیا تھا اور بعد میں ابن زبیر کے گورنر ابن مُطیع کے ساتھ مختار سے لڑے تھے، یزید بن اَنَس کی شکست سے حوصلہ پاکر انھوں نے بغاوت کی تیاری تیز تر کردی اور کوفہ کے غیر شیعی باشندوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یہ خبریں پھیلانا شروع کیں کہ عُبیداللہ بن زیاد مختار کا خاتمہ کرنے چلا آرہا ہے، ان کو امید تھی کہ اگر انھوں نے بغاوت کردی تو عُبیداللہ ان کی کارگزاری سے خوش ہوگا اور خلیفۂ شام ان کی خدمت کا صلہ دے گا، غیر شیعی حلقوں میں مختار پر لعن طعن کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا: یہ شخص بغیر ہماری مرضی کے ہمارا حاکم بن بیٹھا ہے، ہمارے موالی کو عزت دے کر ان کو گھوڑوں پر چڑھا دیا ہے، ان کی تنخواہیں مقرر کردی ہیں، اور ہمارا خراج ان کو کھلاتا ہے، ہمارے غلام نافرمان ہوگئے ہیں، اور ہمارے یتیم اور بیوائیں ان کی خدمت سے محروم ہوگئی ہیں[1]

باغی اکابر کے نمایندہ کی مختار سے ملاقات

"سب نے مل کر ایک عرب بزرگ شَبَث بن رِبعی کے گھر کا نفرنس

---

[1] تاریخ الأمم ۷/۱۱۶-

کی، شبث ان کا نمایندہ بن کر مختار سے ملا اور اُن کی سب شکایتیں ایک ایک کر کے اس کے سامنے پیش کیں، مختار ہر شکایت کو دور کرنے کا وعدہ کر لیتا اور کہتا میں شکایت کرنے والوں کو ہر طرح مطمئن کر دوں گا، شبث نے غلاموں کے بارے میں شکایت کی تو اس نے کہا میں سب کو واپس کر دوں گا، اور جب شبث نے کہا: آپ نے ہمارے موالی ہم سے چھڑا لئے ہیں حالاں کہ ان کو خدا نے بطور مال غنیمت ہمیں عطا کیا تھا اور ہم نے اس لئے ان کو آزاد کیا تھا کہ خدا ہمیں جزائے خیر دے اور وہ ہمارے ممنون احسان رہیں، آپ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہماری آمدنی میں بھی ان کو شریک کر لیا۔ مختار: اگر میں اُن کو آپ کی خدمت وطاعت کے لئے چھوڑ دوں اور آپ کی آمدنی صرف آپ پر ہی صرف کروں تو کیا آپ میرے ساتھ ہو کر بنو اُمیّہ اور ابن زبیر سے لڑیں گے اور حلف لے کر اس بات کا عہد کریں گے؟ شبث یہ کہہ کر کہ اس سوال کا جواب میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے دوں گا، چلا گیا اور پھر نہ لوٹا، قبائلی سردار مطلوبہ عہد کے لئے تیار نہ تھے، ان کی نظریں خلیفۂ شام کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

مصنف الاخبار الطوال لکھتا ہے: مختار نے اٹھارہ ماہ حکومت کی اور اس زمانہ میں حسین کے قاتلوں کا کھوج لگا کر ان کو قتل کرتا رہا، علاقہ سواد، جبال، اصفہان، رَیّ، آذربیجان اور جزیرہ کے محاصل اس کے پاس آتے تھے، اس نے موالی کا رتبہ بڑھایا، ان کے اور ان کے بال بچوں کے لئے تنخواہیں اور ماہانے مقرر کئے، ان کو اپنا مشیر ومقرب بنایا، عربوں کے ساتھ سرد مہری برتی اور اپنی عنایتوں سے ان کو محروم رکھا، اس لئے وہ ناراض ہو گئے اور ان کے اکابر کا ایک وفد اس کے پاس آیا اور اس پر نکتہ چینی کی، مختار نے کہا:

میں نے تمھاری قدر و منزلت کی تو تم مغرور و سرکش ہو گئے، میں نے تم کو گورنری اور کلکٹری دی تو تم نے خراج کم کر لیا، تمھارے مقابلہ میں یہ موالی میرے زیادہ فرمانبردار اور وفادار ہیں۔ غیر شیعی عرب متحد ہو گئے اور مشہور کرنے لگے کہ مختار جھوٹا ہے، دعوی کرتا ہے بنو ہاشم کی دوستی کا حالانکہ اس کا مقصد محض اپنے لئے حکومت و اقتدار حاصل کرنا ہے[1]"۔ ومكث المختار بذلك يطلب قَتَلَةَ الحسين وتُجبى إليه الأموال من السَّواد والجبل وإصبهان والرَّيّ وأذربيجان والجزيرة ثمانية عشر شهراً وقرَّب أبناء العجم وفرض لهم ولأولادهم الأعطيات وقرَّب مجالسهم وباعد العرب وأقصاهم وحرمهم، فغضبوا من ذلك وأجتمع أشرافهم فدخلوا عليه فعاتبوه، فقال: لا يبعدِ الله غيركم، أكرمتكم فشمختم بأنافكم ووليتكم فكسرتم الخَراج وهولاء العجم أطوع لي منكم وأوفى وأسرع إلى ما أريد، قالوا: فدنت العرب بعضها إلى بعض و قالوا: هذا كذاب يزعم أنه يوالي بني هاشم وإنما هو طالب دنيا۔

جس وقت بغاوت کی تیاریاں ہو رہی تھیں، ایک سمجھ دار عرب نے جو عربوں کی ذہنیت سے واقف تھا، لیڈران بغاوت کو یہ نصیحت کی:

"مجھے ڈر ہے کہ آپ کے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی اور آپ متحد نہیں رہیں گے، اور ایک دوسرے کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے، بخدا مختار کی پشت پناہی آپ ہی کے سورما بھائی بند کر رہے ہیں، ان کے علاوہ آپ کے غلام اور موالی بھی اس کے ساتھ ہیں اور یہ سب خوب متحد ہیں، آپ کے غلام اور موالی ہر دشمن سے زیادہ آپ پر خار کھائے ہوئے ہیں اور آپ سے عربی

---

[1] الأخبار الطوال مصری ایڈیشن ۱۳۳۰ھ ص ۲۹۱ - ۲۹۲۔

شجاعت اور فارسی نفرت سے لڑیں گے، اگر آپ کچھ دن اور مختار کو ڈھیل دے دیں گے تو شام یا بصرہ کی فوجیں آکر خود اس کو ٹھکانے لگا دیں گی۔[1] یہ صائب رائے باغی لیڈروں کو پسند نہ آئی طے ہوا کہ ابن اشتر کے نکلتے ہی بغاوت کردی جائے۔

ابراھیم بن اشتر کی محاذ کو روانگی

یزید بن انس کی شکست کے بعد مختار نے ابراہیم بن اشتر کو عبیداللہ بن زیاد سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، مختار کے لئے یہ بڑا سنگین لمحہ تھا، ایک طرف پایۂ تخت کے سارے غیر شیعی سردار اس کی حکومت اُلٹنے کی تیاری میں مشغول تھے دوسری طرف شام کی طاقتور فوجیں اس کے علاقوں کو پامال کرتی ہوئی چلی آرہی تھیں، ابن اشتر کو بلا کر مختار نے الہامی شان سے کہا: اس مہم کے لئے یا میں موزوں ہوں یا تم، بہتر یہ ہے کہ تم جاؤ، خدا کی قسم تم فاسق عبیداللہ کو قتل کردو گے اور اس کا لشکر منہزم ہوگا۔[2] اس کی خبر مجھے ان لوگوں نے دی ہے جو آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں اور خونی معرکوں کے عالم ہیں۔[3] ابراھیم بن اشتر سات ہزار اور بقول ابوحنیفہ دینوری بیس ہزار سوار لے کر روانہ ہوگیا۔

کوفہ کے باغیوں کو شکست

ابراہیم بن اشتر کے نکلتے ہی غیر شیعی اکابر کی قیادت میں کوفہ کے بہت

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۱۶-۱۱۷،

[2] الاخبار الطوال مصری ایڈیشن ۱۳۳۰ھ ص ۲۹۱-۲۹۲۔

[3] الاخبار الطوال مصری ایڈیشن ۱۳۳۰ھ ص ۲۸۶

سے لوگوں نے بغاوت کردی، مختار کی طرف سے مصالحت کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں۔ اس نے بے درنگ ابن اشتر کو جو مدائن کے قریب پہنچ چکا تھا واپس آنے کا حکم بھیجا، وہ دھاوے مارتا بغاوت کے تیسرے دن کوفہ آگیا، شہر میں دو مورچوں پر باغیوں سے جنگ ہوئی، باغی ہارے، ان کے تقریباً پانچ سو آدمی مارے گئے، دو سو قید ہوئے، باقی فرار ہو گئے، باغی سردار یا تو ابن زبیر کے بھائی مُصعب کے پاس جو حال میں بصرہ کا گورنر ہو کر آیا تھا بھاگ گئے یا کہیں اور روپوش ہو گئے، یہ جنگ مختار کی حکومت کے دسویں ماہ ذوالحجہ ۶۶ھ میں واقع ہوئی[1]

انتقامی کارروائی

جنگ سے فارغ ہوتے ہی مختار نے ابراہیم بن اشتر کو عبداللہ بن زیاد سے لڑنے بھیج دیا اور خود باغیوں اور قاتلین حسین کی طرف متوجہ ہوا، اب وقت آگیا تھا کہ وہ وعدہ پورا ہو جو اس نے کیسان کی معرفت موالی اکابر سے کیا تھا کہ انا من المجرمین منتقمون، اب اُس ڈھیل اور حسن سلوک کے ردعمل کا بہترین موقع تھا جس کے ذریعہ اقتدار پانے کے بعد مختار نے غیر شیعی اکابر کی تالیف قلب چاہی تھی لیکن جس میں اس کو ناکامی ہوئی۔

پانچ سو باغیوں کو جو کوفہ میں اُن لوگوں کے ہاں روپوش ہو گئے تھے جو بغاوت سے الگ تھلگ رہے تھے، گرفتار کر کے لایا گیا، مختار نے اپنے ایک مقرب عرب کو ان کے قتل کا انچارج بنا دیا، اس کے پاس جب

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۲۴

کوئی عرب قیدی لایا جاتا تو وہ چھوڑ دیتا اور غیر عرب کو قتل کرا دیتا، اس بے انصافی کی شکایت کی گئی تو مختار نے سب قیدیوں کو اپنے سامنے حاضر کرایا اور صرف ان لوگوں کو قتل کرانے لگا جو حضرت حسینؓ کی جنگ میں شریک ہوئے تھے پھر بھی جلادوں نے کافی تعداد میں ایسے افراد کو قتل کر دیا جن کا قتل حسینؓ سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن جن کی طرف سے شیعوں نے اس کے کان بھر دیئے تھے، جب دو سو اڑتالیس آدمی مارے جا چکے تو مختار کو خبر ہوئی کہ پرانی عداوتیں نکالی جا رہی ہیں، اس نے قتل بند کرا دیا اور باقی قیدیوں کو یہ عہد لے کر چھوڑ دیا کہ آئندہ اس کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے۔[1]

جنگ کربلا میں کوفہ کے چار اکابر نے خاص حصہ لیا تھا: عمر بن سعد بن ابی وقاص، محمد بن اشعث، قیس بن اشعث اور شمر بن ذی جوشن، ان میں عمر بن سعد اور محمد بن اشعث اُن رسالوں کے کمانڈر تھے جو عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسینؓ کے مقابلہ کو بھیجے تھے[2] مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا تو یہ چاروں بھاگ گئے پھر انھوں نے مختار کے خلاف بغاوت کرانے میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت ناکام ہوئی تو چاروں دوسرے اکابر کے ساتھ پھر بھاگ گئے، مختار نے ان کے تعاقب میں رسالے بھیجے، شمر بن ذی جوشن مارا گیا،[3] قیس بن اشعث کا رخ بصرہ کی طرف تھا لیکن یہ خیال کر کے کہ بصرہ والے اس کی مصیبت پر خوش ہوں گے وہ پلٹا اور کوفہ آکر روپوش ہو گیا، مختار نے اس کا پتہ چلا لیا اور قتل کرا دیا، محمد بن اشعث کوفہ کے قریب اپنے ایک گاؤں میں

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۲۱ و انساب الاشراف ۵/۲۲۴۔

[2] الاخبار الطوال ص ۳۰۵۔

[3] انساب الاشراف ۵/۲۳۸۔

چھپ گیا، مختار کے رسالوں نے اس کو گھیر لیا لیکن وہ بھاگ نکلا اور بصرہ جا کر پناہ لی[1] سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عمر نے مختار کے ایک مصاحب خاص کے پاس پناہ لی[2] اس نے مختار سے سفارش کر کے عمر کے لئے امان کی دستاویز لکھوالی، لیکن کچھ دن بعد ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مختار کو اس کے قتل پر مجبور کر دیا، ایک بڑا عرب مکہ سے لوٹا تو مختار نے اس سے ابن حنفیہؒ کا حال پوچھا، اس نے کہا: وہ آپ سے کبیدہ خاطر ہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ مختار ہمارے خاندان کا انتقام لینے کا مدعی ہے حالاں کہ قاتلین حسین اس کے ندیم و جلیس ہیں، اور شہر میں اطمینان سے تجارت کرتے ہیں[3] یہ شکایت سن کر مختار کے سر پر خون سوار ہو گیا اور اس نے حضرت حسین کے قتل و جنگ میں شرکت کرنے والوں کا کھوج لگانے اور قتل کرنے کی بڑے جوش سے مہم شروع کر دی، اس نے اپنے گارڈ کمانڈر ابو عمرہ کیسان کو عمر بن سعد بن ابی وقاص کے گھر بھیج کر قتل کرا دیا، جب عمر کا سر آیا تو اس کا لڑکا حفص مختار کے حضور میں تھا، والد کا سر دیکھ کر وہ بولا: "اب زندگی میں کوئی کشش باقی نہیں رہی!" مختار: بے شک اب تم زندہ نہیں رہوگے، حفص کا سر بھی اتار لیا گیا، عمر کی دستاویز امان میں تھا کہ اگر اس سے کوئی حدث یعنی حکومت کے خلاف کارروائی سرزد نہ ہوئی تو اس پر کوئی آنچ نہ آئے گی، کسی نے مختار کو یاد دلایا کہ آپ نے دستاویز کی خلاف ورزی کی ہے تو اس نے بے شرمی سے کہا: کیا دستاویز کے بعد عمر پاخانہ نہیں گیا (حدث کے معنی پیشاب پاخانہ کے بھی ہیں) ایک قول اور ہمارے خیال میں زیادہ

---

[1] انساب الاشراف ۵/ ۲۳۸ [2] انساب الاشراف ۵/ ۲۴۱۔

[3] انساب الاشراف ۵/ ۲۳۷ و تاریخ الامم ۷/ ۱۲۷۔

قرین قیاس، یہ ہے کہ ابو عمرۃ کیسان نے یہ گھٹیا مذاق کیا تھا[1]

مختار نے دونوں باپ بیٹوں کے سر ابن حنفیہؒ کے پاس بھیج دیئے اور لکھا کہ میں پوری سرگرمی سے اہل بیت کے دشمنوں کو غارت کرنے میں لگا ہوا ہوں اور یہ واقعہ ہے کہ جنگ کربلا میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی ان میں سے جو جو مختار کے ہاتھ لگا اس کو مُثلہ کرکے اور تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا گیا۔ اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار غیر شیعی کوفہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور بصرہ جا کر پناہ لی۔[2]

مصنف الأخبار الطِوال لکھتا ہے: مختار نے اپنے پولس افسر ابو عمرہ کیسان کو حکم دیا کہ ہزار مزدور لے کر جائے اور کدالوں سے ان لوگوں کے گھر مسمار کرا دے جو حسین سے لڑنے نکلے تھے، کیسان ایسے لوگوں سے خوب واقف تھا، وہ کوفہ کا گشت لگاتا اور منٹوں میں گھر گروا دیتا، اور جو شخص گھر سے باہر نکلتا اس کو قتل کرا دیتا، اس طرح اُس نے بہت سے گھر گروا دیئے اور بہت سے آدمیوں کو مروا ڈالا، کیسان بڑی تن دہی سے قتل حسین میں شرکت کرنے والوں کا کھوج لگانے لگا اور جس کو پکڑ پاتا قتل کرا دیتا، اور اس کا مال و متاع اور سرکاری تنخواہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی فارسی کے نام زد کر دیتا۔[3]

معافی کی مثالیں

اب مختار کی معافی کی چند مثالیں سنیئے: ایک شخص عبد الرحمٰن بن ابزی خزاعی نے جنگ کربلا میں حصہ لیا تھا، اس کو قتل کے لئے مختار کے پاس

---

[1] ناسخ التواریخ ۹/۶۵۹۔

[2] الأخبار الطِوال ص ۳۱۰۔

[3] الاخبار الطِوال ص ۳۰۰۔

لایا گیا تو وہ کہنے لگا : آپ مجھے اس وقت تک قتل نہیں کریں گے جب تک کہ بنو اُمیّہ پر فتح حاصل نہ کرلیں گے، شام آپ کی عمل داری میں نہ آجائے گا اور آپ دمشق کو گرا کر اس کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دیں گے، اس وقت آپ مجھے پکڑیں گے، اور لبِ دریا ایک درخت سے لٹکا کر جو اس وقت میری نظر کے سامنے ہے، مجھے سولی دیں گے، مختار اپنے مصاحبوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا یہ شخص خونی لڑائیوں کا عالم معلوم ہوتا ہے ! اس کو قید خانہ بھجوا دیا گیا، رات کو مختار نے اُسے بلایا اور کہا : خُزاعی موت کے وقت ظرافت ! اس نے کہا : آپ کو خدا کی قسم مجھے غربت میں بے یار و مددگار نہ مار دیئے، مختار : تم شام سے یہاں کیوں آئے ؟ خُزاعی : ایک شخص پر میرے دو ہزار روپئے قرض ہیں، وہ لینے آیا تھا، مختار نے اس کو دو ہزار روپئے دئے اور کہا : اسی وقت کوفہ چھوڑ دو، ورنہ صبح ہوتے ہی قتل کر دئے جاؤ گے۔[1]

ایک دوسرا قصوروار سُراقہ بارقی جس نے حالیہ بغاوت میں حصہ لیا تھا، قتل کے لئے مختار کے حضور میں لایا گیا تو اُس نے پہلے دو شعر پڑھے جن میں بغاوت پر ندامت کا اظہار تھا، پھر بولا : اگر صرف آپ لوگ ہم سے (یعنی کوفے کے باغیوں سے) لڑے ہوتے تو ہم شکست نہ کھاتے، مختار نے پوچھا : تو پھر تم سے اور کون لڑا ؟" سُراقہ : گورے چہرے والی فوج جو کبھورے گھوڑوں پر سوار تھی !" مختار : وہ تو ملائکہ تھے، خیر تو نے ان کو دیکھ لیا ہے تو میں تجھے چھوڑے دیتا ہوں۔" وہ بصرہ بھاگ گیا اور مختار کی ہجو میں شعر کہے[2]

---

[1] الاخبار الطوال ص ۳۰۶ ۔

[2] الاخبار الطوال ص ۳۰۹ ۔

انتقام کا ردِ عمل

انتقامی کارروائی کا ایک طرف یہ اثر ہوا کہ حامیان اہل بیت میں مختار کی قدر و منزلت ہمیشہ سے زیادہ بڑھ گئی، لیکن دوسری طرف یہ خونریزی اس کی تباہی کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی، جن لوگوں کو قتل کیا گیا تھا اُن کے عزیز و اقارب نے اپنے رشتہ داروں کا بدلہ لینے کے لئے بڑے جوش سے انتقامی تحریک چلا دی، جس کی بنیاد بصرہ میں رکھی گئی اور جلد ہی مختار کے اقتدار کا تعمیر قلعہ ٹوٹ پھوٹ گیا، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کوفہ سے دس ہزار آدمی بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے اور ان میں کافی تعداد شہر کے اکابر کی تھی، وہاں یہ لوگ مختار کے خلاف عوام و خواص کے جذبات بھڑکانے لگے، ۶۷ھ کے شروع میں یعنی بغاوت کوفہ کے ڈیڑھ دو ماہ بعد ابن زبیر کی طرف سے ان کا بھائی مُصعب عراق کا گورنر ہو کر آیا، کوفہ کے اکابر اس سے ملے اور اس موج خون کا قصہ سنایا جو اُن کے سر سے گذری تھی، ان کے ایک شیخ شَبَث بن رِبْعی کی پریشاں حالی کا ہمارے مورخوں نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ وہ ایک خچر پر سوار تھا جس کی دُم اور کانوں کے سرے اس نے کاٹ ڈالے تھے، اپنی قبا پھاڑ دی تھی اور مُصعب کے محل کے دروازہ پر مدد، مدد کے نعرے لگا رہا تھا۔

بصرہ میں مختار کے خلاف جنگی تیاری

کوفہ کے اکابر نے مُصعب پر دباؤ ڈالا کہ بلا تاخیر مختار پر حملہ کر دیا جائے لیکن وہ فوری حملہ کے لئے تیار نہ تھا، اس نے کہا کہ جب تک مُہلّب بن ابی صُفرہ اور اس کی آزمودہ کار فوج ہمارے ساتھ نہ ہو ہم مختار سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے،

مختار ایک خوفناک حریف تھا، حال ہی میں اس نے دنیائے عرب کے سب سے طاقت ور حکمراں عبد الملک بن مروان کی فوجوں کو شکست دی تھی، اور اس کے سپاہیوں کے بارے میں مشہور تھا کہ عربی شجاعت اور فارسی نفرت سے لڑتے ہیں، مُہلّب نے بصرہ اور اہواز کی سرزمین کو خوارج کی دستبرد سے نجات دلاکر جب کہ بصرہ کے عرب کئی بار ان کے مقابلہ میں ناکام ہو چکے تھے بڑا نام پیدا کر لیا تھا، مختار کے مقابلہ میں اس جیسے ہوشیار جنرل اور اس کی ہم قبیلہ سورما فوجوں کا ہونا ضروری سمجھا گیا، اس وقت مُہلّب صوبۂ کرمان میں خوارج سے نبرد آزما تھا اور محاذ چھوڑنا نہ چاہتا تھا، مُصعب نے کوفہ کے ایک بڑے عرب محمد بن اشعث کو اس کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، مُہلّب نے تپاک سے محمد بن اشعث کا استقبال کیا اور تعجب سے پوچھا: مُصعب کو آپ کے سوا کوئی پیغامبر نہیں ملا؟ محمد بن اشعث: "ابو سعید، بخدا میں اپنے بال بچوں کے سوا کسی کا پیغامبر ہو کر نہیں آیا ہوں" مُہلّب اب میدان جنگ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا، اس نے خوارج کے لیڈر قطری بن فجاءہ سے اٹھارہ ماہ کے لئے عارضی صلح کر لی اور اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ بصرہ آگیا، مُصعب نے فوج کشی کی تیاری کر دی، ایک ممتاز کوفی عرب کو کوفہ میں ابن زبیر کی خلافت کی مہم چلانے اور مختار کے خلاف پروپگنڈا کرنے بھیج دیا گیا۔

مختار کو شکستِ فاش

مختار کو ان امور کا علم ہوا تو اس نے کوفہ سے دور بصرہ کے مُضافات میں مُصعب سے لڑنے کا فیصلہ کیا اور حامیانِ اہل بیت میں حرارتِ جنگ پیدا کرنے کے لئے یہ تقریر کی: اے کوفہ کے دین دارو، حق کے مددگارو! کمزوروں

کے مددگارو، رسول وآل رسول کے جاں نثارو، تمہارے شہر کے باغی بھاگ کر اپنے جیسے فاسقوں کے پاس چلے گئے اور ان کو تمہارے خلاف بھڑکایا، تاکہ حق و راستبازی مٹ جائے اور جھوٹ و باطل کا بول بالا ہو اور اولیائے حق مارے جائیں، خدا کی قسم اگر تم تباہ ہو گئے تو اس زمین پر بس انھی لوگوں کی بن آئے گی جو عبادت کرتے ہیں اور اہل بیت پر ہمیشہ لعنت ملامت ہوتی رہے گی، احمر بن شمیط کی قیادت میں نکل جاؤ، اگر اہل بصرہ سے پہلے تمہارا مقابلہ ہوا ہوتا تو وہ قوم عاد اور ارم کی طرح کبھی کے تباہ ہو چکے ہوتے[1]"یا أهل الكوفة، یا أهل الدین، وأعوان الحق وأنصار الضعیف وشیعة الرسول وآل الرسول إن فرارکم الذین بغوا علیکم أتوا أشباههم من الفاسقین فاستغووهم علیکم لیمحق الحق وینتعش الباطل ویقتل أولیاء الله، والله لو تهلکون ما عُبد الله فی الأرض إلا بالفری علی الله واللعن لأهل بیت نبیه، انتدبوا مع أحمر بن شمیط فإنکم لو قد لقیتموهم لقد قتلتموهم إن شاء الله قتل عاد وإرم"۔

مختار کے چالیس ہزار آدمی اور ایک قول ہے ساٹھ ہزار[2]، احمر بن شمیط کوتوال شہر ابن کامل اور گارڈ کمانڈر ابو عمرہ کیسان کی کمان میں مصعب سے لڑنے روانہ ہوئے اور بصرہ کے تقریباً سو میل شمال مغرب میں بمقام مذار[3] (زیریں عراق) کیمپ لگایا، مصعب بن زبیر کی فوج بھی آگئی، دونوں فریق میدان میں اترے، مختار کی فوج کا ایک عرب کمانڈر در پردہ موالی کا سخت دشمن اور ان کے استیصال کا درپئے تھا، اس نے بڑے کمانڈر کو

---

[1] تاریخ الأمم ۷/۱۴۷۔

[2] الأخبار الطوال مصری اڈیشن ص ۲۹۶۔

[3] نقشہ دیکھئے۔

ایسا مشورہ دیا جو جنگی اسٹریٹجی کے سراسر خلاف تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ مختار کی فوج کو شکست فاش ہوئی اور اس کے کمانڈران اعلی احمر بن شُمیط اور ابن کامل مارے گئے، شکست خوردگان نے کوفہ کا رخ کیا، ان کا بری طرح تعاقب کیا گیا، ایک طرف مُصعَب کی فوج کا وہ ڈویژن جو بھلگے ہوئے کوفیوں پر مشتمل تھا بھوکے شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا اور دوسری طرف مصعب کے تیز گام رسالوں نے ان کو خوب نوچا کھسوٹا، بہ ہزار خرابی تھوڑی سی گھوڑا فوج جان بچا کر کوفہ پہنچ گئی۔

بہروپ بے نقاب

جنگ مذار نے مختار کے اقبال کی بنیادیں ہلادیں، یہ اس کی عظیم فوجی شکست ہی نہ تھی بلکہ اس کی اخلاقی و الہامی ہزیمت بھی تھی، اب تک وہ نبی اور کاہن کا کامیاب مُمثِّل بنا ہوا تھا، اس کے تصرف میں مافوق الانسان قوتیں تھیں، اس کے ساتھ فرشتوں کے لشکر لڑتے تھے، اُس کی بات ہمیشہ صحیح نکلتی تھی، فوج بھیجتے وقت اُس نے پیش گوئی کی تھی "قسم ہے اُس خدا کی جس نے ابوالقاسم (ابن حنفیہؒ) کو عزت عطا کی، ابن شُمیط سلامتی کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوگا، خدا کا یہ اٹل فیصلہ ہے، اس میں شک کرنے والا نامرادی کا منھ دیکھے گا، میں نے اس کے ساتھ ایک پھریرا کیا ہے جس کو نہ کسی ہاتھ نے کاتا ہے نہ کسی بننے والے نے بنا ہے" اس پھریرے کو اُس نے تہ کر کے ایک کپڑے میں باندھ دیا تھا اور اُس پر مہر لگادی تھی، احمر بن شُمیط کو ہدایت تھی کہ دن کے ایک مقررہ وقت پھریرے کا بنڈل کھولے اور پھر اس کا جھنڈا بنائے، جوں ہی دشمن کی نظر جھنڈے پر پڑے گی وہ شکست

کھا کر بھاگ جاتے گا۔[1]

بے اعتمادی اور اضمحلال

کمزور طبیعتوں پر جس قدر جلد اعتقاد کا رنگ چڑھتا ہے اسی قدر جلد اتر بھی جاتا ہے، اس شکست سے حامیان اہل بیت میں ایک عام بے اعتمادی اور اضمحلال کی لہر دوڑ گئی، مختار کا بہروپ بے نقاب ہونے لگا اور اس کے غالی معتقدین کی نظر میں بھی اس کی روحانی عصمت مشتبہ ہوگئی، فارسی موالی کی زبان سے پہلی بار یہ بدشگون کلمہ سنا گیا: ایں بار دروغ گفت۔ اس بار مختار کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔[2]

باعزت موت مرنے کا عزم

خود مختار کو اپنے اقبال کی شمع بجھتی نظر آنے لگی، لیکن وہ بڑے دل گردے کا آدمی تھا، جب اس کو مذار کی ہولناک تباہی کی خبر موصول ہوئی تو اس کے پاس اس کا ایک دوست، ہم وطن اور ہم قوم عبدالرحمن بن عُمیر ثقفی بیٹھا تھا، مختار نے رازداری سے کہا: بخدا اس لڑائی میں غلاموں اور موالی کو جس طرح میں نے قتل کیا ہے اس کی مثال تم نے نہ دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی۔ پھر اس نے ایک ایک کرکے اپنے مخلص اور کارآزمودہ جنرلوں مثلاً احمر بن شُمیط اور ابن کامل شاکری کے نام لئے اور حسرت سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک بڑے بڑے دستوں پر بھاری تھا، عبدالرحمن: واقعی یہ

---

[1] انساب الأشراف ۲۵۵/۵۔

[2] تاریخ الأمم ۱۴۹/۷ و انساب الأشراف ۲۵۴/۵۔

مصیبت بہت بڑی ہے! مختار: موت تو بہر حال آکر رہے گی لیکن مجھے اپنے لئے ابن شمیط کی باعزت موت سے بہتر کوئی موت نہیں نظر آتی؛ شریفوں کی باعزت موت کا کیا کہنا![1]"

آخری مقابلہ کی تیاری

مختار نے آخری مقابلہ کی تیاری شروع کر دی، محل اور اس سے متصل بڑی مسجد کو خوب مسلح کیا اور ایک نئی فوج مرتب کر کے سامان خورد نوش ذخیرہ کر لیا، جنگ مذار سے فارغ ہو کر مُصعب کی فوجوں نے چند دن آرام کیا، پھر زیریں عراق کی راہ سے کوفہ روانہ ہو گئیں، بصرہ سے کوفہ کا فاصلہ کوئی تین سو میل تھا، جب آدھا راستہ طے ہو گیا اور کوفہ کوئی سوا سو میل رہ گیا تو مُصعب نے گھوڑا فوج کو براہِ خشکی آگے بڑھا دیا اور پیادہ فوج نیز بھاری سامان کشتیوں پر لاد دیا تاکہ جتنی جلد ہو سکے کوفہ پہنچ جائے، مختار کو کشتیوں کی خبر ہوئی تو اس نے دریائے فُرات پر بند باندھ کر اس کا پانی قریب کی نہروں میں منتقل کرا دیا، کشتیاں دلدل میں پھنس گئیں، مختار بند کی حفاظت کا کوئی مؤثر انتظام نہ کر سکا، مصعب کے رسالوں نے جلد ہی بند کاٹ دیا اور کشتیاں پھر رواں ہو گئیں۔

پھر شکست

مختار نے کوفہ سے دو میل دور بمقام حرورا اپنا کیمپ لگایا، یہ وہی میدان تھا جہاں پہلے خارجی حضرت علی سے بگڑ کر جمع ہوئے تھے، مصعب

---

[1] تاریخ الأمم ۱۴۹/۷۔

نے اپنی فوج پانچ حصوں میں تقسیم کی جن میں ایک محمد بن اشعث کی قیادت میں کوفہ سے بھاگے ہوئے عربوں پر مشتمل تھا، جنگ شروع ہوتے ہی مختار کی فوج کے بہت سے سپاہی مُصعب سے جا ملے، بڑا سخت مقابلہ ہوا، مختار برابر پیچھے ہٹتا رہا یہاں تک کہ رات ہوتے ہوتے وہ کوفہ کے بالکل قریب آ گیا، یہاں اس نے بڑے ثبات اور جوش سے مصعب کے دستوں پر چھاپے مارے، محمد بن اشعث اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے، آخری رات تک لڑ کر مصعب کے سپاہی تھکے ہارے اپنے کیمپ کو لوٹ گئے، مختار کی فوج کے حوصلے پست ہو چکے تھے، ان کا ایک بڑا حصہ شہر میں روپوش ہو گیا، بہت سے سپاہی جدھر منہ اٹھا بھاگ گئے، آٹھ ہزار محل کو لوٹے اور مختار کو محصور ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا، اس نے کہا: میں محل چھوڑ کر اس لئے نہیں آیا تھا کہ محصور ہونے کے لئے لوٹ جاؤں، لیکن خیر اب چوں کہ دشمن پیچھے ہٹ چکا ہے تو چلو محل کو لوٹ چلیں، مختار نے محسوس کیا کہ اس کی فوج کا دم خم رخصت ہو چکا ہے

محل میں محصور

مُصعب نے محل کا محاصرہ کر کے شہر کی ناکہ بندی کر لی اور محل میں ہر قسم کا سامان لے جانے کی ممانعت کر دی، اس نے فیصلہ کر لیا کہ یا تو مختار بلا شرط ہتھیار ڈال دے یا اس کی فوج کو بھوک پیاس سے ہلاک کر دیا جائے، چوں کہ کنووں کا پانی کھاری تھا، شہر کے باشندے دریائے فُرات کا پانی پیتے تھے، پانی کی روک سے محصورین کی مشکلات بڑھ گئیں، ایک مشک پانی کی قیمت پانچ سے دس روپئے تک ہو گئی، مختار روز محل سے نکلتا لیکن اس

کے ساتھی اور پورے دل سے جھڑپیں کر کے لوٹ جاتے، جب وہ لڑنے آتے تو شہر کے لوگ چھتوں سے پتھر، کوڑا اور گندگیاں ان پر پھینکتے اور بہت سے یا اُبن دومۃ یا اُبن دومۃ کے پرحقارت نعروں سے مختار کا استقبال کرتے، طبری نے لکھا ہے کہ محصورین بھوکوں مرنے لگے ۔

اعترافِ بہروپ

چالیس دن تک مختار محصور رہا، اس کی فوج میں عزم تھا نہ ہمت، وہ تقریریں اور اپیلیں کرتا، عزت و شرافت کا واسطہ دیتا لیکن اُن میں حرارت عمل پیدا نہ ہوتی، عقیدت کا وہ جادو جو اُن کی قوت ارادی پر حکمراں تھا، بے اثر ہو چکا تھا، جب وہ ان کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اس نے خود دشمن سے لڑ کر باعزت جان دینے کا ارادہ مصمم کر لیا، اس نے اپنی بیوی سے جو غالباً اس کے شہر والے نوتعمیر مکان میں تھی، اپنے کفن کا سامان منگوا بھیجا، غسل کیا، جسم سر اور ڈاڑھی میں خوشبو لگائی اور فدائیوں کی ایک چھوٹی سی پارٹی کے ساتھ محل سے نکل آیا، چلنے سے پہلے اُس نے اپنے ایک صاحب خاص سائب سے کہا: چلو، شرافت کے نام پر لڑیں، سائب: لوگ تو سمجھ رہے ہیں کہ آپ نے احیاء دین کے لئے تحریک اہل بیت اٹھائی تھی، مختار: بالکل نہیں، اہل بیت کی دعوت میں نے دنیا کی خاطر دی! میں نے دیکھا کہ عبدالملک شام پر (؟) ابن زبیر حجاز پر، مصعب بصرہ پر (؟) نجدہ یمامہ پر اور عبداللہ بن خازم خراسان پر قابض ہو گئے ہیں تو میں نے بھی ان کی تقلید کی، میں ان میں کسی ایک سے بھی کم نہیں ہوں، لیکن میں نے انتقام حسین کی تحریک اٹھائی کیوں کہ اس کے بغیر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔[1]

---

[1] الاخبار الطوال ص ۳۱۳۔

موت

یہ راز جس کے پردہ میں مختار نے اپنے اقتدار کی تعمیر کی تھی، ظاہر کر کے اس نے زرہ بکتر پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دیا جائے، طبری کے راوی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ انیس[۱۹] جانباز تھے، ابو حنیفہ دینوری کی رائے ہے کہ اس کے ہمراہ چھ ہزار فوج تھی جو زرا دیر دشمن کا مقابلہ کر کے پھر محصور ہو گئی اور مختار کے ساتھ اس کے گارڈ کے صرف تین سو آدمی رہ گئے، وہ مصعب کے رسالوں سے لڑتا ہوا محل کی دیوار کے پاس مارا گیا۔

مختار کی فوج کو قتل کی سزا

مختار کی محصور فوج نے بہت کوشش کی کہ اس کو امان جان دے دی جائے لیکن مصعب اپنے اس مطالبہ پر اڑا رہا کہ بلا شرط ہتیار ڈالو، بھوک پیاس اور یاس سے مجبور ہو کر آخر کار وہ تیار ہو گئے، ان میں اکثریت غیر عربوں (موالی) کی تھی، مصعب چاہتا تھا کہ عربوں کو معاف کر دیا جائے اور موالی کی گردن اڑا دی جائے، اس نے قبیلۂ تمیم کے دانش مند لیڈر احنف بن قیس سے مشورہ کیا تو اس نے کہا خدا ترسی کا تقاضا ہے کہ سب کو معاف کر دیا جائے، لیکن کوفہ کے ان عربوں نے جو بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے اور جن کے گھر مسمار اور جائدادیں ضبط کر لی گئی تھیں اس مشورہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ اگر ہماری وفاداری عزیز ہے تو سب کو تہ تیغ کر دیا جائے، بالآخر ان کی خواہش ہی کی جیت ہوئی۔

مختار کے ابن حنفیّہ سے تعلقات

ابن حنفیّہ کی طرف سے جنگ و خونریزی کی ممانعت

مختار جب مکہ سے کوفہ روانہ ہوا تو حضرت حسین کے چھوٹے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیّہ (متوفی ۸۱ھ) سے ملاقات کی اور ان سے انتقام حسین اور خلافت اہل بیت کی تحریک چلانے کی اجازت مانگی ابن حنفیّہ اپنے والد اور بھائیوں کی ناکامی اور مسلمانوں کے باہمی قتل وجدال سے عبرت پکڑ کر سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ہر اُس کام سے دور بھاگتے جس میں خونریزی یا مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کا اندیشہ ہوتا، انھوں نے کہا: یہ تو بلاشبہ میری خواہش ہے کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارا خون بہانے والوں کو تباہ کرے لیکن میں جنگ یا خوں ریزی کی اجازت نہیں دیتا، بس خدا کی مدد ہمارے لئے کافی ہے، وہی ہمارا حق دلائے گا، وہی ہمارا انتقام لے گا۔[1] پھر کچھ عرصہ بعد کوفہ کے قُرّاء کا ایک وفد ابن حنفیّہ سے مختار کی توثیق کرنے آیا تب بھی انھوں نے اس کی تحریک کی تائید نہیں کی بلکہ یہ مبہم سا جواب دیا: میری یہ خواہش ضرور ہے کہ خدا جس کے ذریعہ چاہے ہمارا انتقام لے لیکن میں نہیں چاہتا کہ ایک مسلمان تک کی جان ناحق لے کر دنیا کی حکومت حاصل کروں، لہذا آپ افترا پردازوں سے بچتے رہیئے اور خیال رکھیئے کہ کہیں آپ کی روح یا دین ان کے دھوکوں سے غارت نہ ہو جائے۔[2]

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۱۸۔

[2] طبقات ابن سعد ۵/۷۳۔

علی بن حسین کو ملانے کی ناکام کوشش

ابن حنفیہؒ کی اس بے التفاتی سے مختار کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ صاف صاف کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے اس کی تحریک کو نقصان پہنچے، اس لئے کوفہ پر قابض ہونے کے بعد اس نے اپنی تحریک کا مرکز ثقل ابن حنفیہؒ کی بجائے حضرت حسین کے لڑکے علی زین العابدین کو بنانا چاہا، اس نے بہت سا روپیہ اور تحفے ان کو بھیجے اور لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور آپ کی خلافت کے لئے رائے عامہ ہموار کر رہا ہوں، اور اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے نمایندہ کی حیثیت سے خلافت کے لئے آپ کی بیعت لے لوں، علی بن حسین مختار کے مقاصد سے اچھی طرح واقف تھے، انھوں نے نہ تو روپیہ قبول کیا، نہ خط کا جواب دیا بلکہ مسجد نبوی میں جاکر برملا اس کو گالیاں دیں، اس کو کذاب و فاجر کہا جس کا مقصد اہل بیت کی آڑ لے کر دنیا طلب کرنا تھا۔

ابن عباس کا ابن حنفیہؒ کو مشورہ

مختار، علی بن حسین سے مایوس ہوگیا تو اس نے ابن حنفیہؒ کو روپیے بھیجے اور ویسا ہی خط ان کو بھی لکھا جیسا کہ علی کو لکھا تھا اور خلافت کے خوش نما وعدوں سے ان کی اخلاقی تائید حاصل کرنا چاہی، لیکن علی، ابن حنفیہؒ کے آڑے آئے اور کہا: یہ اس کی چالیں ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے، اس کا ظاہر، باطن ایک نہیں ہے، وہ اہل بیت کا دشمن ہے اور ضروری ہے کہ اس کی مکاری کا پول کھولا جائے اور علی الاعلان

لوگوں کو اس کے ہتکنڈوں سے باخبر کر دیا جائے"۔ ابن حنفیہؒ مشورہ کے لئے ابن عباس سے ملے جو حضرت علی کے پوتے پانچ سالہ دورِ خلافت میں بصرہ کے گورنر رہے تھے اور بڑے دور اندیش آدمی تھے، انھوں نے کہا: تم ہرگز مختار کی مخالفت کا لفظ زبان سے نہ نکالنا، تمھیں کیا معلوم ابن زبیر سے (جنہوں نے مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا) تمھاری کیسی نپٹے، ابن حنفیہؒ نے اس مشورہ پر عمل کیا اور خاموشی سادھ لی[1]۔

ابن عباس کی اخلاقی تائید

ابن عباس کا مشورہ مختار کے دل کی آواز تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ ابن حنفیہؒ اس کے خلاف کچھ نہ کہیں اور وہ ان کے نام سے اپنی اُمنگوں کو پروان چڑھاتا رہے، تاہم وہ برابر اُن کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہا، اس مشورہ کے لئے وہ ابن عباس کا تہ دل سے ممنون تھا، ابن عباس اپنے وقت کی بڑی شخصیت تھے، اُن کا شمار مکہ اور مدینہ کے اکابر میں ہوتا تھا، اس لئے مختار کو ان کی اخلاقی تائید بھی عزیز تھی، وہ ابن حنفیہؒ کی طرح ان کو بھی روپئے اور تحفے بھیجنے لگا، اور اُن کی اخلاقی تائید حاصل کرلی، اس بات کا ثبوت متعدد واقعات سے ملتا ہے، ابن زبیر نے جب فاتحانہ انداز سے مختار کی موت کی خبر دی تو ابن عبّاس کو ملال ہوا، ابن زبیر نے اندازِ برہمی سے کہا: تم کو ابن عُبید (مختار) کے قتل کا افسوس ہے، تمھارے خیال سے وہ کذاب نہ تھا؟" ابن عباس ہم تو یہ نہیں کہیں گے، وہ ہمارے دشمنوں سے لڑا، ان سے ہمارا

---

[1] مروج الذہب مسعودی حاشیہ تاریخ ابن اثیر مصر ۶/۱۵۵-۱۵۶۔

انتقام لیا اور ہمارے دلوں کی آگ بجھائی!" یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ خاندان زبیر و علی میں شدید رقابت تھی اور ان میں سے کوئی فریق دوسرے کو مقتدر دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا، ابن زبیر کے بھائی عُروہ، ابن عباس سے ملے تو انھوں نے شان سے کہا: "ابن عباس! خدا نے جھوٹے مختار کو غارت کر دیا، اس کا سر آگیا ہے"۔ ابن عباس نے برجستہ جواب دیا: "ابھی ایک گھاٹی باقی ہے (عبدالملک بن مروان) اگر تم نے اس کو پار کر لیا تو بس تم ہی تم ہو گے[1] ہمارے بعض رپورٹر بتاتے ہیں کہ کسی نے ابن عباس کے سامنے مختار کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: صلّی علیہ الکرامُ الکاتبون![2]

ابن حنفیہؒ کی خدمت میں قاتلین حسینؑ کے سر

اپنی درخشندگی کے پورے دور میں وہ ابن حَنَفِیّہؒ کو برابر تحریکِ اہلِ بیت کا مرکز ثقل اور اپنی کامیابیوں کا مدار بنائے رہا، وہ بے ضرر تھے کیوں کہ سیاست سے انھوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، اس نے امام مہدی، وصی بن وصی اور نبی کے بعد بہترین بشر کے رعب دار اور اچھوتے القاب سے ایک طرف ان کے دل کو گدگدایا اور دوسری طرف حامیانِ اہلِ بیت کی وفاداری گاڑھی کی، ان کی خوشنودی اس کو اتنی عزیز تھی کہ ایک موقع پر جب کسی نے اس کو بتایا کہ ابن حنفیہؒ کہہ رہے تھے کہ "مختار اہل بیت کا دوست بنتا ہے حالاں کہ ان کے

---

[1] انساب الاشراف ۵/ ۲۶۵۔

[2] انساب الاشراف ۵/ ۲۶۶۔

قاتل اور دشمن اس کی خدمت میں رہتے ہیں اور شہر میں اطمینان سے کاروبار کر رہے ہیں، تو اُس نے گرج کر کہا: مجھ پر کھانا پینا حرام ہو اگر قاتلین حسین میں سے کسی کو زندہ رہنے دوں! اور بڑے جوش سے قاتلین حسین کی پکڑ دھکڑ شروع کر دی، اس کو اپنا وہ عہد توڑنے میں کبھی تامل نہ ہوا جس کے ذریعہ اس نے صحابی سعد بن ابی وقاص کے لڑکے اور جنگ کربلا کے قائد اعلیٰ عمر کو جان و مال کی امان دی تھی، ان کو خوش کرنے کے لئے اس نے عمر کے لڑکے حَفص کا بھی سر اتار لیا، اس نے یہ دونوں سر ابن حَنفِیہؒ کی خدمت میں بھیجے اور لکھا: اے مہدی، خدا نے مجھے آپ کے دشمنوں پر بلائے بے درماں بنا کر بھیجا ہے، وہ یا تو مارے گئے یا گرفتار ہو گئے یا گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے، اُس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگایا اور آپ کے معاونوں کو فتح عطا کی، عمر بن سعد اور اس کے لڑکے کا سر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اہل بیت کے قتل میں شرکت کرنے والوں میں جو جو ہمارے ہاتھ آیا ہم نے اس کو مار ڈالا ہے اور جو بچ گئے ہیں، وہ بھی ہمارے قبضہ میں آ کر رہیں گے، میں اس وقت تک اُن کا پیچھا نہ چھوڑوں گا جب تک مجھے پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ روئے زمین پر ان میں سے کوئی متنفس باقی نہیں رہا، اے مہدی آپ اپنے مشوروں سے مجھے نوازتے رہا کیجئے، میں ان کے مطابق عمل کروں گا[1] "أما بعد فأن الله بعثني نقمة على أعدائكم فهم بين قتيل وأسير وطريد وشريد، فالحمد لله الذي قتل قاتليكم ونصر موازريكم، وقد بعثت إليك برأس عمر بن سعد وأبنه وقد قتلنا من شرك في

---

[1] تاریخ الامم ۷/ ۱۲۷- ۱۲۸-

دم الحسين وأهل بيته رحمة الله عليهم كل من قدرنا عليه ولن يُعجز الله من بقِي ولست بمنته عنهم حتى لا يبلغني أن على أديم الأرض منهم إرميا، فاكتب إلىَّ أيها المهدی برأيك أتبعه وأكون عليه والسلام عليك أيها المهدی ورحمة الله وبركاته۔

کچھ عرصہ بعد مختار نے عُبیداللہ بن زیاد اور شِمر بن ذی جَوشن کے سر بھی ابن حَنَفِیَّہ کے پاس بھیجے، ہمارے راوی کہتے ہیں کہ علی بن حسین مختار کی اس کارروائی سے بہت محظوظ ہوئے، مختار کو سراہا اور اس کے عطیے لینے لگے، لیکن ابن حَنَفِیَّہ نہ تو خوش ہوئے، نہ مختار کی تعریف کی، نہ اُس خوں ریزی کی تائید جو انتقام اہل بیت کے نام سے اس کے پیرو کر رہے تھے، اس کے برخلاف وہ مختار کی شعبدہ بازیوں سے سخت متنفر تھے، اور اُن باتوں سے بھی ناراض تھے جو اس نے ان کی طرف منسوب کی تھیں جیسے ان کو وصی بن وصی کا لقب دینا اور خود کو ان کا مامور بتانا[1]

ابن زبیر سے خفیہ وفاداری

اگرچہ مختار نے کوفہ کی حکومت اہل بیت کے نام پر حاصل کی تھی تاہم کامیابی کے ابتدائی ایام میں وہ مخفی طور پر ابن زبیر سے اپنی وفاداری اور دوستی کا اظہار کرتا تھا، اُس نے ان کو ایک خط لکھا کہ چوں کہ آپ کے گورنر کوفہ ابن مطیع نے عبدالملک سے ساز باز کی تھی میں نے اس کو

---

[1] طبقات ابن سعد ۵/ ۷۳۔

کوفہ سے نکال دیا اور آپ کی وفاداری پر قائم ہوں"، ابن زبیر نے اس دعوی کی توثیق کے لئے اپنی طرف سے کوفہ کا ایک گورنر نامزد کرکے بھیجا لیکن مختار نے ایک چال چل کر اس کو دفع کیا، اس وقت ابن زبیر بہت پریشان تھے کیوں کہ عبد الملک نے ان سے لڑنے فوج بھیج دی تھی جو اس وقت وادی القری کے نخلستان میں پڑی ہوئی حملہ کی تیاری کر رہی تھی، مختار نے ابن زبیر کو لکھا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبد الملک نے حجاز پر چڑھائی کردی ہے، اگر آپ کہیں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کروں"، ابن زبیر نے مختار کو لکھا کہ جلد ایک فوج وادی القری بھیج دو اور عبد الملک کا لشکر آگے نہ بڑھنے دو۔"

حجاز پر فوج کشی

مختار نے ایک منصوبہ بنایا جو اگر کامیاب ہوجاتا تو اس کے بڑے دوررس نتائج ہو سکتے تھے، اس نے تین ہزار فوج جن میں سات سو عربوں کے سوا سب موالی تھے، وادی القری کی بجائے مدینہ بھیجی، اس کی اسکیم یہ تھی کہ پہلے مدینہ پر قبضہ کرے، اس کے بعد مکہ کا محاصرہ کرکے ابن زبیر کی حکومت کا تختہ الٹ دے، ابن زبیر اس کے ارادے تاڑ گئے اور فوراً ایک فوج اس کے مقابلہ کو بھیج دی، مختار کا لشکر تباہ ہوا، ایک چھوٹی سی جماعت جان بچا کر کوفہ پہنچی۔

ابن حَنَفِیَّہ سے چال

اس عسکری ناکامی کو مختار نے ایک اعلیٰ ڈپلومیٹک فتح میں بدلنے

کی تدبیر کی، اس نے ابن حَنَفِیَّہ کو لکھا: میں نے آپ کے لئے حجاز فتح کرنے اور آپ کے دشمنوں کو سرنگوں کرنے ایک لشکر بھیجا تھا، یہ لشکر جب مدینہ طیبہ کے پاس پہنچا تو مُلحد (ابن زبیر) کی فوج آگئی اور اُس کو دھوکہ دیا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اہل مدینہ کے پاس ایک بڑی فوج روانہ کردوں اور آپ ان کے پاس اپنے نمایندے بھیج کر ان کو مطلع کردیں کہ میں آپ کا تابعدار ہوں اور میں نے آپ کے حکم ہی سے ان کے پاس اپنا لشکر بھیجا ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ مُلحد و ظالم خاندانِ زبیر کے مقابلہ میں اہلِ مدینہ آپ کے اور اہل بیت کے زیادہ حق شناس، قدردان اور دوست ہیں[1]: إنی کنت بعثت جند أَلیحو والك البلاد ویدوخوا الأعداء، فلما صاروا بطیبة لقیهم جند الملحد فخدعوهم وغروهم، فأن رأیت أن أبعث إلی (أهل) المدینه خیلا وجند اکثیفا وتبعث من قبلك رسلا یُعلمونهم أنی فی طاعتك وأنی بعثت مَن بعثت عن أمرك فافعل فأنك ستجدهم بحقك أعرف وبکم أهلَ البیت أرأف منهم بآل الزبیر الظلَمة الملحدین والسلام"۔

ابن حَنفِیَّہ نے جواب دیا: تمھارا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے حقوق کا بڑا خیال ہے اور مجھے مسرور و کامراں دیکھنے کی بڑی لگن ہے، لیکن مجھے صرف وہ کام پسند ہیں جن سے خدا کی اطاعت ہو، اس لئے جہاں تک ہوسکے اپنے سارے کاموں میں خفیہ ہوں یا ظاہر صرف اسی کی اطاعت کرو، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں لڑنا چاہتا تو بہت سے لوگ

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۷۴۔

میرے پاس جمع ہو جاتے، لیکن میں جنگ و قتال سے محترز رہنا چاہتا ہوں، اور جب تک خدا میرا انصاف کرے صبر کرتا رہوں گا" وہ بہترین منصف ہے۔[1]

چوں کہ اس خط میں جنگ و قتال سے بےزاری کا اظہار تھا، مختار نے بتقاضائے مصلحت اس کو اپنے متبعین کے سامنے نہیں پڑھا، اس بات کا پورا احتمال تھا کہ اس کو سن کر وہ خود بھی جنگ سے بددل ہو جاتے، لہذا اس نے ابہام و ایہام کا سہارا لے کر اس طرح ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کی: مہدی نے مجھے ایسی پالیسی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جس سے نیکی و خوش حالی پھلے پھولے گی اور کفر و بےوفائی کا بیج مارا جائے گا۔[2]

ابن حنفیہؒ نظر بند

ابن حنفیہؒ سے مختار کی وفاداری کی ایک اور مثال پیش کر کے ہم یہ باب ختم کرتے ہیں، اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ خاندانِ علی اور زبیر میں رقابت تھی، سنہ ۶۴ھ میں جب ابن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو مکہ مدینہ کے چند اکابر کو چھوڑ کر سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، ان اکابر میں ابن حنفیہؒ بھی تھے، انھوں نے کہا: جب تک سارے مسلمان متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ تسلیم نہ کر لیں گے، میں آپ کی بیعت نہیں کروں گا" ابن زبیر یہ کیوں کر گوارا کرتے کہ پایۂ تخت کا ایک معزز اور بارسوخ خاندان ان کی وفاداری سے خارج ہو، پہلے انھوں نے دھمکیوں سے کام لیا اور اقتصادی دباؤ ڈالا لیکن جب اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو انھوں نے

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۳۵۔

[2] تاریخ الامم ۷/۱۳۶۔

ابن حنفیہؒ اوران کے متعلقین کو چاہ زمزم کے پاس نظر بند کر دیا، اور ایک میعاد مقرر کی کہ اس میں بیعت کرلیں ورنہ ان کو آگ میں جلادیا جائے گا، دھمکی کو مؤثر بنانے کے لئے بہت سا ایندھن ابن حنفیہؒ کے آس پاس جمع کر دیا گیا۔

مختار سے مدد کی استدعا

ابن حنفیہ نے خُفیہ قاصدوں کی معرفت خط بھیج کر مختار کو آنے والی تباہی سے مطلع کیا، مختار خط پاکر بے انتہا خوش ہوا، اس نے جامع مسجد میں ایک عام جلسہ منعقد کیا اور ابن حنفیہؒ کا خط سنایا جس میں انھوں نے ابن زبیر کی بدسلوکی کا ذکر کیا تھا اور حامیانِ اہل بیت سے اپیل کی تھی کہ پہلے کی طرح اہل بیت کے ساتھ بے وفائی نہ کریں، خط سنانے کے بعد مختار نے یہ تقریر کی: آپ کے مہدی اور نبی کے بعد بہترین شخص کا یہ خط ہے، ان کو بھیڑوں کی طرح باڑہ میں بند کر دیا گیا ہے اور ان کو قتل ہونے اور آگ میں جلائے جانے کا ہر وقت دھڑکا لگا ہوا ہے، میں ابو اسحاق نہیں اگر ان کی مدد کا پورا پورا حق ادا نہ کردوں، اور ان کے پاس رسالوں کا تانتا نہ باندھ دوں حتی کہ ابن کاہلیہؒ (ابن زبیر) کو تباہی آپکڑے! ھذا کتاب مھدیکم وصریح اھل بیت نبیکم وقد ترکوا محظوراً علیھم کما یحظر علی الغنم، ینتظرون القتل والتحریق بالنار فی آناء اللیل وتارات النھار ولست أبا إسحاق إن لم أنصرھم نصراً مؤزراً وإن لم أسرب إلیھم الخیل فی أثر الخیل کالسیل یتلوہ السیل حتی یحل بابن الکاھلیۃ الویل۔

ابن حنفیہؒ کی مدد کو مختار کے دستے

چار ہزار فدائیان اہلِ بیت مکہ جانے کو تیار ہو گئے لیکن مختار کا مقصد نہ تو حجاز جیسے بے آب و گیاہ خطہ میں اتنی بڑی فوج بھیج کر اس کے بھاری مصارف برداشت کرنا تھا اور نہ وہ ابن زبیر سے عسکری مقابلہ کرنا چاہتا تھا، اس کے سامنے بصرہ اور شام کے زیادہ اہم اور خوفناک دشمن تھے، اس کا مقصد محض یہ تھا کہ ابن حنفیہؒ کو نظر بندی سے رہا کر کے ان پر اپنی وفاداری کُبر ہن کر دے، اس نے پہلے ستر آدمی اور پھر چھ سو اسی جوانوں پر مشتمل کئی اور دستے بھیجے، اور ابن حنفیہؒ کو لکھا کہ فوج کا ایک زبردست سیلاب آپ کی مدد کو آ رہا ہے، مکہ کے قریب چند دستے متحد ہو گئے اور ڈیڑھ سو کی جمعیت سے حرم کعبہ پر اچانک دھاوا کر دیا، ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے، مختار نے تلوار لے کر حرم میں جانے سے منع کر دیا تھا، لیکن یہ لوگ تھے پوری طرح مسلح، انھوں نے زرہیں پہن رکھی تھیں اور تلواریں کپڑوں کے نیچے چھپالی تھیں، ڈنڈے لئے اور یالثارات الحسین! (چلو حسین کا انتقام لینے!) کے نعرے لگاتے وہ زمزم کے اس باڑہ پر پہنچے جہاں ابن حنفیہ مع متعلقین کے نظر بند تھے، انھوں نے "دشمن خدا ابن زبیر" سے لڑنے کی ابن حنفیہؒ سے اجازت مانگی لیکن انھوں نے اجازت نہ دی، ابن زبیر نے حقارت سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابن حنفیہؒ یا ان کے متعلقین کو بغیر بیعت کے چھوڑ دوں گا؟" مختار کی فوج کا کمانڈر اکڑ کر بولا: تم کو چھوڑنا پڑے گا ورنہ تلواریں نیام سے باہر آجائیں گی، اس کے بعد طرفین میں کافی بدکلامی ہوئی، ابن حنفیہؒ نے

اپنے فریق کو روک لیا، اس کے بعد چار سو فدائیوں کے مزید تین دستے بہت سا روپیہ لے کر کوفہ سے آگئے اور حرم کعبہ میں داخل ہو کر یالثارات الحسین کے خوب نعرے لگائے، ان کو دیکھ کر ابن زبیر گھبرا گئے، نو واردوں نے ابن حنفیہ اور متعلقین کو باڑہ سے نکالا اور ابن زبیر پر لعنت ملامت کر کے مکہ سے باہر ایک گھاٹی میں جس کا نام شعب علی تھا، خیمہ زن ہوئے۔

ایک لطیفہ

مشہور ادیب اصمعی (متوفی ۲۱۶ھ) نے ابو عمرو بن علاء (متوفی ۱۵۴ھ) کی سند پر یہ لطیفہ نقل کیا ہے: "ابن حنفیہ نے (شاید زمزم میں نظربندی کے بعد) کوفہ جانے کا ارادہ کیا، مختار کو اس کی خبر ہوئی تو وہ گھبرایا اور اس نے اپنے متبعین سے کہا: مہدی کی علامت یہ معجزہ ہے کہ اگر ان پر تلوار کا وار کیا جائے تو ان کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا، ابن حنفیہ کو اپنے وفادار کی یہ رائے معلوم ہوئی تو انھوں نے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔[۱]

فرقہ کیسانیہ

مختار فرقۂ کیسانیہ کا منبع یا موسس بتایا جاتا ہے، کیسانیہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تین[۳] قول ہیں: ایک یہ کہ جب مختار لڑکا تھا تو حضرت علی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر یا کیّس یا کیّس (اے ذہین، اے ذہین) کہتے تھے، اس مناسبت سے اس کا نام کیسان پڑ گیا اور اس فرقہ کا جو اس کی طرف منسوب ہے کیسانیہ،[۲] دوسرا قول یہ ہے کہ مختار کی ذہانت

---

[۱] انساب الاشراف ۵/۲۶۹۔

[۲] ناسخ التواریخ ۹/۵۲۴۔

وفطانت دیکھ کر ابن حنفیہؒ نے اس کو کیسان کا لقب دیا تھا، تیسری رائے یہ ہے کہ کیسانیہ مختار کے گارڈ کمانڈر ابو عمرہ کیسان کی طرف منسوب ہے جو مختار کا رازدار اور مصاحب تھا اور حضرت علی اور ابن حنفیہؒ کو بعید از قیاس صفات سے متصف کیا کرتا تھا، اس فرقہ کے اہم نظریات یہ ہیں:

(۱) ابن حنفیہؒ امام مہدی ہیں۔

(۲) وہ وصی ہیں یعنی حضرت علی نے اپنے بعد ان کو امام بنایا تھا اور اہل بیت کو تاکید کی تھی کہ پوری طرح ان کی اطاعت کریں۔

(۳) حضرت حسن ان کے حکم ہی سے امیر معاویہ سے لڑنے نکلے تھے اور انھی کے حکم سے انھوں نے امیر معاویہ سے صلح بھی کی تھی۔

(۴) حضرت حسین ان کے حکم ہی سے یزید سے لڑنے گئے تھے۔

(۵) ابن حنفیہؒ کا حکم نہ ماننے والا کافر اور مشرک ہے۔

(۶) ابن حنفیہؒ نے مختار کو عراق کا حاکم بنا کر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ حضرت حسین کا انتقام لے اور ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو تباہ کرے[۱]۔

فرقہ کیسانیہ کی دو بڑی شاخیں ہو گئیں: ایک شاخ کا عقیدہ تھا کہ ابن حنفیہؒ صرف مرتے وقت تک امام تھے، دوسری شاخ کا عقیدہ ہے کہ وہ مرے ہی نہیں بلکہ رضوی پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں اور کسی مناسب موقع پر ظاہر ہو کر دنیا کو برائیوں سے پاک کریں گے، یہ شاخ ان تمام باطنی شیعہ تحریکوں کا سرچشمہ ہے جن سے مسلمانوں کی چودہ سوسالہ تاریخ

---

[۱] فرق الشیعۃ نوبختی ۱۹۳۱ء استنبول ص ۲۴۔

[۲] الملل والنحل شہرستانی لندن ۱/۱۱۱ و مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ۶/۱۶۱

بھری ہوئی ہے اور جنہوں نے ان کی ملی وحدت کے پرزے پرزے کر دیئے ہیں اور نظری تندرستی کو تباہ کر دیا ہے۔

مختار کے ابن زبیر سے تعلقات

امیر معاویہ کی یزید کو وصیت

عربوں کے دانشمند بادشاہ امیر معاویہ (متوفی ۶۰ھ) نے مرتے وقت یزید کو وصیت کی تھی: مجھے تمہارے خلاف چار آدمیوں سے خطرہ ہے: حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر، حسین بن علی کے بارے میں میرا گمان غالب ہے کہ حامیانِ اہل بیت خلافت کے لئے اس سے ضرور بغاوت کرائیں گے، اگر وہ خلافت طلب کرنے نکلے اور تمہارے قبضہ میں آجائے تو اس کو معاف کر دینا، رہا ابن عمر تو وہ وقف عبادت ہے اور اگر خلافت از خود اس کو مل جائے تو خیر ورنہ وہ اس کے لئے جدوجہد نہیں کرے گا، رہا عبدالرحمٰن بن ابی بکر تو اس کو نہ شہرت حاصل ہے نہ رسوخ جس کے بل پر وہ خلافت کی کوشش کرے الا یہ کہ آپ سے آپ اس کو مل جائے، البتہ جو شیر کی طرح سینہ کے بل گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تمہارے ساتھ چالیں چلے گا اور موقع پاتے ہی تم کو آدبائے گا، وہ ہے عبداللہ بن زبیر، اگر وہ ایسا کرے اور تمہارے ہتھے چڑھ جائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، لیکن اگر وہ تم سے مصالحت کا خواہش مند ہو تو اس کی خواہش پوری کرنا اور حتی الامکان اپنی قوم کی خوں ریزی سے بچتے رہنا،

اور ان کے غیظ و ناخوشی کو اپنے حلم و فیاضی سے ٹھنڈا کرنا[1]

عبداللہ بن زبیر خلافت کے خواہشمند

عبداللہ کے والد زبیر بن عوّام (متوفی ۳۶ھ) اُن چھ ممتاز صحابہ میں تھے جن کو عمر فاروق نے خلافت کا اہل سمجھا تھا اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ ان میں سے کسی ایک کو اکثریت رائے سے خلیفہ منتخب کر لیا جائے، زبیر بن عوام خلافت کے خواہشمند تھے لیکن قرعۂ انتخاب عثمان غنی کے نام پڑا، تاہم خلافت کے لئے انھوں نے کوشش برابر جاری رکھی اور آخر کار اُسی کی راہ میں جان دی، ان کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ دل میں خلافت کی اُمنگیں پالنے لگے، وہ حضرت خدیجہ کے پوتے[2] اور حضرت عائشہ کے بھانجے تھے، انھوں نے اپنے استحقاق خلافت کی بنیاد ایک طرف قرابت رسولؐ اور دوسری طرف کثرت عبادت و ریاضت پر رکھی، امیر معاویہ کی حین حیات وہ خاموشی سے اپنے غیر معمولی صوم وصلاۃ سے خلافت کے لئے اپنے حق میں رائے عامہ تیار کرتے رہے، مدینہ میں دو[2] شخص ان کے مدمقابل تھے، حضرت حسین اور عبداللہ بن عمر اور ان میں سے ہر ایک کے طرفدار موجود تھے، ابن زبیر نے یہ تجویز پیش کی کہ امیر معاویہ کے بعد نیا خلیفہ الیکشن کے ذریعہ منتخب ہو، لیکن درپردہ وہ مکہ، مدینہ اور دوسرے بڑے شہروں میں اپنی خلافت کے لئے زمین ہموار کرتے رہے، ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید نے خلافت سنبھالی تو انھوں نے اپنی خلافت کی مہم تیز تر کر دی، یزید کے خلاف

---

[1] الاخبار الطوال ص ۲۴۰

[2] حضرت خدیجہ ان کے والد زبیر کی پھوپی تھیں اور رسول اللہ کی پھوپی صفیہ اُن کی پردادی

خوب پروپگنڈا کیا اور کرایا اور اس کی بیعت سے انکار کر کے خانہ کعبہ میں مقیم ہو گئے اور خود کو عائذ البیت اور مستجیر باللہ کہنے لگے۔

خلافت کا اعلان

اگلے سال حادثۂ کربلا کے بعد انھوں نے حالات سازگار دیکھ کر اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، مکہ مدینہ کے لوگوں نے ان کی خلافت تسلیم کر لی، لیکن ابن حَنَفِیَہ اور عبداللہ بن عمر نے ان کی بیعت نہیں کی، وہ کہتے کہ جب تک سب مسلمان تم کو خلیفہ نہ مان لیں گے ہم بیعت نہیں کریں گے، اُس وقت کے سیاسی تقلبات پر ایک صحابی ابو بَرزَۃ اسلمی کا تبصرہ سنئے: عزیزو! تم کو اُس فقر، ذلت اور گمراہی کا حال خوب معلوم ہے جس میں تم مبتلا تھے، تم کو اسلام و محمد کے ذریعہ خدا نے سربلند کیا، اور ان کی بدولت تم کو وہ خوش حالی میسر ہوئی جس سے تم متمتع ہو، لیکن یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی محبت نے تمھارے باہمی تعلقات خراب کر دیئے ہیں، شام میں مروان دنیا کی خاطر لڑ رہا ہے، اور مکہ میں ابن زبیر، اور جن لوگوں کو تم عالم قرآن (قرّاء) کہتے ہو وہ بھی محض دنیا کے لئے لڑتے ہیں[1]۔

عین اُس وقت جب یزید بن مُعاویہ کی فوجیں کعبہ پر پتھر برسا رہی تھیں اور ابن زبیر مختار کے قیمتی تعاون سے اپنے مقدور بھر مقابلہ کر رہے تھے، یزید کا انتقال ہو گیا (ربیع الاول ۶۴ھ) یہ خبر شامی فوجوں کو ہوئی تو انھوں نے حصار اُٹھا لیا اور شام لوٹ گئیں، حجاز، عراق، خراسان

---

[1] انساب الاشراف ■ ۱۸۸/-

اور موصل وغیرہ کے گورنروں نے ابن زبیر کی خلافت تسلیم کرلی، لیکن شام کے اُموی اکابر نے مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کیا، ۶۵ھ میں مروان اور ابن زبیر کے حامیوں کے درمیان بمقام مرج راہط (شام) ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مروانی جیتے، چند ماہ خلیفہ رہ کر رمضان ۶۵ھ میں ان کا انتقال ہوگیا اور ان کے لڑکے عبدالملک نے خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی خلیفہ ہوکر اُس نے ایک فوج ابن زبیر کی بساطِ خلافت اُلٹنے حجاز اور دوسری مختار کا ستھراؤ کرنے کوفہ بھیجی۔

مختار کے کوفہ جانے کا سبب اصلی و مصلحتی

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ خلیفہ ہوکر وہ سب سے اہم منصب اس کو عطا کریں گے، یہ منصب عراق کی گورنری تھا، لیکن ابن زُبیر نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، ان کے خلیفہ ہونے کے پانچ ماہ بعد تک وہ انتظار کرتا رہا لیکن انھوں نے اس کو کوئی عہدہ نہیں دیا، مجبور ہوکر اس نے کوفہ میں قسمت آزمائی کی ٹھانی کوفہ جانے کی وجہ سے متعلق ہمارے مورخوں نے دو قول بیان کئے ہیں، ایک یہ کہ اس وقت کوفہ میں انتقام اہل بیت کی زوردار تحریک چلی ہوئی تھی، اور اس نے اپنے لئے فضا سازگار دیکھ کر ادھر کا رخ کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ابن زبیر کے نمایندہ کی حیثیت سے گیا تھا، بلاذری نے انساب الاشراف میں یہ دونوں قول نقل کئے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ دونوں صحیح ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلا قول اس کی روانگی کا سبب اصلی ہے اور دوسرا سبب مصلحتی، اہل بیت کی آڑ سے سربلندی حاصل

کرنے کا وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا، لیکن یہ قرارداد ابن زبیر کے سامنے وہ کیوں کر رکھتا، ایسا کرنے سے اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جاتا، اس لئے ضروری تھا کہ وہ ابن زبیر کے خیرخواہ اور وفادار کی حیثیت سے وہاں جاتا۔

مختار کی پالیسی

کوفہ پہنچ کر اس نے اپنے منصوبہ کے مطابق کام کیا اور ابن زبیر کے گورنر کو نکال کر کوفہ اور اس کی عملداری پر قابض ہو گیا، لیکن وہ چالاک آدمی تھا، اس نے کھل کر اب بھی ابن زبیر کی مخالفت نہیں ظاہر کی، اس کی پالیسی یہ قرار پائی کہ جب تک ممکن ہو، جب تک حامیانِ اہل بیت کی نظر میں اس کی وفاداری مشتبہ نہ ہو، وہ ابن زبیر کا مصنوعی دوست اور وفادار بنا رہے، چنانچہ ابن مطیع کو نکالنے کے بعد اس نے ابن زبیر کو لکھا:

"ابن مطیع نے آپ کی وفاداری ترک کر کے عبدالملک سے سازباز شروع کر دی تھی، عبدالملک کی نسبت آپ ہم کو زیادہ پسند ہیں، اس لئے میں نے اس کو نکال کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔"[1]

اگلے خط کا مضمون یہ تھا: آپ کو میری خیراندیشی کا خوب علم ہے، اور جس خلوص و شجاعت سے میں آپ کے دشمنوں سے لڑا تھا اس سے بھی آپ اچھی طرح واقف ہیں، آپ کو وہ وعدہ بھی یاد ہوگا جس کو میری خدمت کے عوض آپ نے پورا کرنے کا ذمہ لیا تھا پھر جب میں نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اپنی ذمہ داری پایۂ تکمیل کو پہنچا دی تو آپ نے

[1] انساب الاشراف ۵/۲۶۶

اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، اس کے نتیجہ میں آپ نے دیکھ لیا جو میں نے کیا، آپ اپنے عہد کو اگر اب بھی پورا کر دیں تو میں آپ کی اطاعت کے لئے تیار رہوں، آپ میرا بھلا چاہیں گے تو میں بھی آپ کا بھلا چاہوں گا۔

"أما بعد فقد عرفت مناصحتي كانت لك، واجتهادي في طاعتك ونصرتك وما كنت أعطيتني من نفسك، فلما وفيت لك خست لي ولم تعترف لي بما عاهدتني، فكان مني ما كان، فإن تراجعني أراجعك وإن ترد مناصحتي أنصح لك"؛[1]

مختار کی آزمائش

مختار کی آزمائش کے لئے ابن زبیر نے اپنی طرف سے ایک گورنر کوفہ بھیجا، مختار کے جاسوسوں نے جو مکہ اور مدینہ میں موجود تھے اس کو اس کارروائی کی اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ نامزد گورنر کو ابن زبیر نے سفر خرچ کے لئے صرف پندرہ ہزار روپئے دئے ہیں، یہ کافی پریشان کن خبر تھی، نامزد گورنر اگر کوفہ میں داخل ہو جاتا تو مختار کی پوزیشن سخت خطرہ میں پڑ جاتی، حامیان اہل بیت کو ابن زبیر سے اس کی ساز باز کا علم ہو جاتا اور اہل بیت کی وفاداری کا جادو ٹوٹ پھوٹ جاتا، مختار نے اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی ایک تدبیر سوچی، اپنے عزیز زائدہ بن قدامہ کو پینتیس ہزار روپئے دئے اور کہا: یہ لو اور کوفہ سے دور صحرا میں ابن زبیر کے نامزد گورنر کو جا پکڑو، اپنے عقب میں پانچ سو آہن پوش سواروں کا ایک دستہ تیار رکھو، نامزد گورنر کو یہ روپئے دینا

---

[1] انساب الأشراف ۵/ ۲۴۳

اور کہنا یہ اس رقم سے دُگنے ہیں جو تم نے سفر پر خرچ کی ہے، ہم اُس کا تاوان تم پر ڈالنا نہیں چاہتے (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بصورت واپسی ابن زبیر گورنر سے تاوان وصول کریں گے) یہ لو اور لوٹ جاؤ، اگر وہ مان جائے تو بہتا ورنہ عقب میں چھپا رسالہ اس کو دکھا دینا اور کہنا کہ ایسے ایسے سو رسالے اس کے پیچھے ہیں، زائدہ بن قدامہ نے ہدایت کے مطابق عمل کیا، پہلے نامزد گورنر نے روپیہ لینے سے انکار کیا اور کہا: مجھے امیر المؤمنین نے گورنر بنا کر بھیجا ہے اور میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا، لیکن جب زائدہ نے رسالہ بلایا تو وہ ڈر گیا اور روپے لے کر بصرہ چلا گیا، ابن زبیر کو صورت دکھانے کی اس کو جرأت نہ ہوئی۔[1]

نئی چال

نامزد گورنر کو دفع کرنے کے بعد مختار نے ابن زبیر کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ایک نئی چال چلی جو بلی کے پنجہ کی طرح بظاہر بالکل بے ضرر تھی، عبد الملک بن مروان کی فوجیں مدینہ کے نزدیک وادی القریٰ کے نخلستان میں فروکش تھیں اور حملہ کی تیاری میں مصروف، ابن زبیر کی فوجیں تعداد، ہتھیار اور صلاحیت میں عبد الملک کے لشکر سے اتنی ہی مختلف تھیں جتنا بنجر حجاز، زرخیز شام سے، ابن زبیر کو ایک طاقت ور معاون کی شدید ضرورت تھی، اس وقت مختار نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن مروان نے حجاز پر چڑھائی کر دی ہے، اگر آپ پسند کریں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کروں! ابن زبیر نے جواب دیا: اگر تم میرے وفادار ہو

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۴۳۔

تو میں ناپسند نہیں کروں گا کہ تم ایک لشکر میرے ملک میں بھیجو، تم اہل کوفہ سے میری بیعت لے لو، جب مجھے اس کی اطلاع ملے گی تب ہی تمھاری صداقت کا مجھے یقین ہوگا، اور میں تمھارے ملک پر فوج کشی سے باز رہوں گا، تم جلد اپنا لشکر بھیجو اور اس کو ابن مروان کی فوج کا مقابلہ کرنے وادی القری جانے کا حکم دو جہاں وہ خیمہ زن ہے۔[1] اما بعد فأن کنت علی طاعتی فلست أکرہ أن تبعث الجیش إلی بلادی وتبایع لی الناس قبلک فاذا أتتنی بیعتک صدقت مقالتک وکففت جنودی عن بلادک وعجل علی بتسریح الجیش الذی أنت باعثه ومرھم فلیسیروا إلی من بوادی القری من جند ابن مروان فلیقاتلوھم والسلام۔

مدینہ پر چڑھائی اور شکست

مختار نے تین ہزار بہادروں کی ایک فوج جس میں سات سو عربوں کے علاوہ سب موالی اور غلام تھے، شرحبیل بن ورس کی قیادت میں وادی القری کی بجائے مدینہ بھیجی، کمانڈر کو حکم تھا کہ جا کر مدینہ پر قبضہ کرے، اسکیم یہ تھی کہ مدینہ پر قبضہ کے بعد وہ کوفہ سے مزید رسد بھیجے گا اور مکہ میں ابن زبیر کا خاتمہ کر کے شام کے غنیم کا مقابلہ کرے گا، ابن زبیر جن کو معاویہ جیسے دانا نے لومڑی سے تشبیہ دی تھی، کب دھوکے میں آنے والے تھے، وہ مختار کی اسکیم تاڑ گئے، انھوں نے مکہ سے دو ہزار آدمی مدینہ بھیجے، اور اپنے کمانڈر کو ہدایت کی کہ راستے

[1] تاریخ الامم ۷/۱۳۴۔

سے عرب بدوؤں کو فوج میں بھرتی کرلے، اور مختار کی فوج اگر اس کے احکام بجالائے تو خیر ورنہ کسی چال سے اس کو تباہ کردے، دونوں کمانڈر اپنی اپنی فوج کے ساتھ رقیم نامی نخلستان میں ملے، ابن زبیر کے کمانڈر نے شرجبیل بن ورس سے کہا کہ دشمن وادی القری میں ہے، میرے ساتھ چل کر اس کا مقابلہ کرو، شرجبیل نے کہا کہ مجھے مدینہ جانے کا حکم ہے، وہاں پہنچ کر مختار کو لکھوں گا اور ان کے حکم کے مطابق اگلا قدم اٹھاؤں گا، ابن زبیر کے کمانڈر کا شبہ پکا ہو گیا، اس نے کہا: بہتر ہے آپ ہدایت کے مطابق کام کیجئے!" پھر اس نے کچھ تحفے، آٹا اور بکریاں شرجبیل کو بھیجیں اور محبت و یگانگت کا اظہار کیا، شرجبیل کا لشکر خوراک کی قلت سے مصیبت میں تھا، بکریاں اور آٹا پا کر اس کے فوجی بہت خوش ہوئے اور ہتھیار اتار کر کھانا تیار کرنے میں مشغول ہو گئے، اس وقت ابن زبیر کے ہزار سپاہیوں نے اچانک حملہ کر دیا، شرجبیل کے آدمی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے اور لقمۂ تلوار بن گئے، جو بچے ان میں سے اکثر بھوک پیاس سے راستہ میں مر گئے، معدودے چند تباہی کی خبر دینے کوفہ پہنچے، اس شکست کا مختار پر جو اثر ہوا اور اس نے جس طرح اس کو ایک اول درجہ کی ڈپلومیٹک کامیابی میں بدلنے کی تدبیر کی، ہم ابن حنفیہ سے اس کے تعلقات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔

تالیف قلب کی آخری کوشش

مختار نے ابن زبیر کی تالیف قلب اور ان کی ممکن سزا سے بچنے کی

ایک چوتھی کوشش جو غالباً آخری تھی اور کی، وہ عبیداللہ بن زیاد کے مقابلہ کے لئے ایک زبردست فوج بھیجنے کی تیاری میں مشغول تھا اور گو کہ وہ کھل کر ابن زبیر کے سامنے دشمن کی طرح نہ آیا تھا، ابن زبیر اس کی طرف سے بدظن ہو گئے تھے، اور اس کو یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں وہ کوئی فوج اس کی سرکوبی کے لئے نہ بھیج دیں اور اس کو دو مورچوں پر لڑنا پڑے، اس خطرہ کو وہ ابن زیاد سے نپٹنے تک اپنی ڈپلومیسی سے ٹالنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے ابن زبیر کو لکھا:-

"میں نے کوفہ میں مستقل رہائش اختیار کرلی ہے، اگر آپ پانچ لاکھ روپئے کی مجھے منظوری دے دیں (یعنی کوفہ کے خزانہ سے) تو میں شام پر حملہ کر دوں اور آپ کو اس مہم کی زحمت سے بچالوں[1]۔ یہ خط پڑھ کر ابن زبیر آگ بگولا ہو گئے اور بولے: ثقیف کا یہ کذاب مجھے کب تک دھوکا دیتا رہے گا اور میں اس کو! پھر یہ شعر پڑھا:

عاری الجواعر من ثمود اصله عبد ویزعم أنه من یقدم

وہ ننگے کولھوں والا، قبیلہ ثمود کا غلام ہے اور دعوی کرتا ہے کہ میرا تعلق یقدم کے معزز قبیلہ سے ہے! انھوں نے مختار کو ایک نہایت سخت خط لکھا جس میں تھا کہ میں ایک درہم تک کی منظوری نہیں دے سکتا۔

اس خط کے بعد مختار کو یقین ہو گیا کہ مصالحت سے ابن زبیر کے ساتھ نبھاؤ ناممکن ہے اور ڈپلومیٹک طریقوں سے کوفہ کی حکومت اُن سے لینا اتنا ہی مشکل ہے جتنا پتھر سے تیل نکالنا، حالات بھی بدل گئے تھے، اس کی پوزیشن مضبوط ہو گئی تھی اور شام کا خطرہ بڑی حد تک

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۶۶

دور ہو گیا تھا، اس کا سپہ سالار ابراہیم بن اشتر ابن زیاد کی ساٹھ ہزار فوج سے ٹکڑے کر کے اس کا سر اُتار چکا تھا، لہذا اس نے مناسب سمجھا کہ ڈپلومیٹک وفاداری کا نقاب اُتار دے، اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ابن زبیر کے سامنے آ کھڑا ہو، چنانچہ اس نے ابن زبیر کے خلاف پروپگنڈا شروع کر دیا اور اپنی وفاداریاں کلیتہً اہل بیت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔

بصرہ میں مختار کی تحریک مثنیٰ کی قیادت میں

توابین شیعوں کا جو رمضان ۶۵ھ میں ابن زیاد سے لڑنے سلیمان بن صُرد کی قیادت میں کوفہ سے نکلے تھے، پہلے ذکر ہو چکا ہے، ان کا عین وردہ (میسوپوٹامیہ) میں ابن زیاد سے مقابلہ ہوا، سلیمان بن صُرد اور اکثر توابین مارے گئے، سلیمان کا نائب اور جانشین مثنیٰ بن مخربہ عبدی تابِ مقاومت نہ لا کر بقیۃ السیف توابین کے ساتھ کوفہ لوٹ آیا، اس مہم پر بصرہ کے شیعوں کی بھی ایک جماعت گئی تھی، ان میں سے بھی کچھ لوگ بچ گئے اور بصرہ لوٹ آئے، مثنیٰ جب واپس ہوا تو مختار گورنر کوفہ کی قید میں تھا، اور اس کی تحریک تیزی سے پھیل رہی تھی، مثنیٰ مع اپنے ساتھیوں کے تحریک میں شامل ہو گیا، مختار سے قید میں ملا اور اس کا سرگرم کارکن ہو گیا، قید سے نکل کر مختار نے اس کو بصرہ میں تحریک اہل بیت چلانے پر مامور کیا، بصرہ کے حامیان اہل بیت نے مثنیٰ کا خیر مقدم کیا، وہاں کے اکثر باشندے عثمانی میلان کے تھے اور اہل بیت کی نسبت ان کو بنو اُمیہ سے زیادہ لگاؤ تھا، پھر بھی محبان اہل بیت کی ایک اقلیت وہاں موجود تھی، مثنیٰ کے ہم خیال بڑھ گئے، اور وہ بصرہ کی حکومت لٹنے

کے لیئے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا، جب کوفہ میں مختار کو کامیابی ہوئی اور حکومت اس کے ہاتھ آگئی تو مُثنّیٰ نے بصرہ میں انقلاب کی تیاری تیز تر کر دی۔

مُثنّیٰ ناکام

ابن زبیر کے گورنر (حارث بن عبداللہ المعروف بقُباع) کو مثنیٰ کے ارادوں کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے پولس افسر کو ایک رسالہ دے کر مُثنّیٰ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے بھیجا، مُثنّیٰ کی طرف سے اس کا ایک مقرب مقابلہ کو آیا اور اس نے پولیس افسر کو شکست دی، حالات خراب ہو گئے، شہر میں جنگی فضا پیدا ہو گئی، بصرہ میں کوفہ سے زیادہ قبائلی رقابتیں تھیں، ربیعہ اور نزار، شمالی عرب و جنوبی کے تعصبات عربوں کی زندگی کو غیریہ و زبر کئے ہوتے تھے، مثنیٰ کے حمایتیوں میں قبیلہ عبد القیس کے کافی لوگ تھے، گورنر نے مشہور عاقل اَحنف بن قیس کو قبائل ربیعہ اور مُضَر کے سپاہیوں کے ساتھ مُثنّیٰ سے لڑنے بھیجا، ربیعہ اور بکر بن وائل میں جن کی عبد القیس ایک شاخ تھا، سخت عداوت تھی، مُثنّیٰ کو شکست ہوئی، اس نے اور اس کے ساتھیوں نے عبد القیس کے پاس پناہ لی، بکر بن وائل کا سردار مالک بن مسمع یہ کس طرح برداشت کرتا کہ اس کی پناہ میں آنے والوں سے تعرض کیا جائے، وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ اَحنف کے مقابلہ کو نکل آیا، اس کو مختار کی تحریک سے کوئی دلچسپی نہ تھی، لیکن عربوں میں مہمان اور پڑوسی، بالخصوص ہم نسب مہمان اور پڑوسی کے

حقوق ہر حق سے زیادہ تھے، اس کے نکلنے کا سب سے بڑا سبب یہی تھا، بصرہ کے قبیلے باہم متصادم ہونے ہی والے تھے کہ کوفہ کے سابق گورنر ابن مطیع اور دوسرے سمجھ دار مقامی اکابر نے مصالحت کرادی اور مثنیٰ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ دیا گیا کہ چوں کہ عوام تمہاری تحریک سے ہمدردی نہیں رکھتے اور تمہاری قوت بھی کم ہے اس لئے تم شہر چھوڑ دو، خود مثنیٰ حالیہ شکست کے بعد یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی توقعات پوری نہیں ہوں گی، وہ کوفہ چلا گیا، وہاں اس نے مختار سے اَحنف کی جو گورنر بصرہ کے حکم سے فوج لے کر آ گیا تھا، شکایت اور مالک بن مِسمع کی تعریف کی جس نے شکست کے بعد اس کو اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی تھی۔

ناکامی کے بعد اکابر بصرہ کو مراسلے

بصرہ اور کوفہ بہن بھائی اور عرب قوت کے سب سے بڑے مرکز تھے، ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بڑے بڑے صوبے تھے جن کے محصولات سے یہاں کے کئی لاکھ عرب فاتحانہ شان سے زندگی گزارتے، یزید بن معاویہ کی موت کے بعد بصرہ اور اس کے ماتحت علاقوں نے ابن زبیر کی بیعت کر لی تھی، مختار کو سب سے زیادہ خوف بصرہ کی طرف سے تھا، حجاز اتنا مفلوک الحال خطہ تھا کہ اول تو اس میں کوئی بڑا لشکر بھیجنے کی صلاحیت ہی نہ تھی، دوسرے ابن زبیر کو شام کا ہولناک دشمن بھی کب اس کی اجازت دیتا، مختار کو اندیشہ یہ تھا کہ ابن زبیر بصرہ سے اس کے خلاف کوئی فوج نہ بھجوا دیں جس سے مقابلہ کرنا ہی اس کے لئے مشکل نہ ہو بلکہ جس سے اس کا گروہ اتنا کمزور بھی ہو جائے

کہ شام کے دشمن سے عہدہ برآنہ ہو سکے۔ اس لئے مُثنیٰ کی ناکامی کے باوجود مختار نے وہاں کے لوگوں کو تھپکتے رہنا ضروری سمجھا، اُن کے تعاون سے محروم ہو کر اُن کی عداوت سے بچا رہنا اور زیادہ اہم ہو گیا تھا، اس کو معلوم ہوا تھا کہ احنف بن قیس اپنا قبیلہ لے کر حامیان اہل بیت سے لڑنے آ گیا تھا، اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بکر بن وائل کے سردار مالک بن مسمع اور زیاد بن عمرو عتکی نے مثنیٰ کو پناہ دی تھی اور آخر وقت تک اس کا ساتھ دیا تھا، اس نے ان اکابر کی وفاداری حاصل کرنے یا کم از کم ان کے ضرر سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے مخصوص پانسے پھینکے جن کا کچھ ذکر تاریخ میں محفوظ رہ گیا ہے، احنف کو اس نے لکھا:

حیرت اور افسوس ہے ربیعہ اور مضر کی اس بُری حرکت پر جو اُن سے سرزد ہوئی! (مُثنیٰ کے خلاف ان کے خروج کی طرف اشارہ ہے) بلاشبہ احنف نے اپنی قوم کو دوزخ میں دھکیل دیا ہے، میں قضا و قدر کو نہیں بدل سکتا نہ اس پیش گوئی کو جو آسمانی کتابوں میں ہو چکی ہے، میری جان کی قسم! اگر تم مجھ سے لڑے اور مجھے کذاب کا لقب دیا تو ہر زمانہ میں لوگ انبیاء کو جھوٹا بناتے رہے ہیں، اور میں ان سے بہتر کب ہوں![1]

"أما بعد فويل أم ربيعة و مُضر من سوء أمر قد حضر، وإن الأحنف قد أورد قومه سَقَر، وإني لا أملك القدر وما خُطّ في الزبُر، ولعمري لئن قاتلتموني وكذبتموني فقد كذب من كان قبلي وما أنا بخير منهم"[2]

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۴۵۔

[2] انساب الاشراف ۵/۲۴۵۔

مالک بن مسمع اور زیاد بن عمرو عتکی کو بھیجے ہوئے خط کا مضمون یہ تھا:
میرا حکم مانو اور اطاعت کرو اور جو ہدایتیں تم کو دی گئی ہیں اُن میں بہتر پر ہمیشہ عمل کرتے رہو۔ اگر ایسا کرو گے تو دنیا میں جو چاہو گے تم کو دوں گا، اور مرنے کے بعد تمھاری جنت کا کفیل ہوں گا:

"أَمَّا بعد فاسمعا وأطيعا [redacted] دا وما على أحسن ما أوتيتما أوتيكما من الدنيا ما شئتما وأضمن لكما الجنة إذا توفيتما۔"

مالک یہ خط پڑھ کر ہنسا اور زیاد سے بولا: ثقیف کا بھائی ہمارے ساتھ بڑا فیاض ہے دنیا اور آخرت دونوں دے رہا ہے! زیاد نے مسخرے پن سے کہا: ہم ادھار کے وعدہ پر نہیں لڑتے، جو نقد دے گا اس کی طرف سے لڑیں گے!" ایسا ہی ہوا، مختار کے ہتکنڈے کارگر نہ ہوئے اور سال بھر بعد جب مُصعب بن زبیر (گورنر بصرہ) مختار سے لڑنے نکلا تو مالک بن مسمع کے جھنڈے تلے بکر بن وائل اور اور زیاد بن عمرو عتکی کی قیادت میں ازد کے قبیلے تھے، مصعب کا نقد مختار کے ادھار پر غالب رہا۔

مختار کی لڑائیاں

مختار کا اقتدار بقول مصنف استیعاب سولہ ماہ، بقول طبری و ابو حنیفہ دینوری اٹھارہ ماہ اور بتصریح بلاذری تین سال رہا، اس عرصہ میں اس کی فوجیں آٹھ موریچوں پر لڑیں اور دو پر محض ڈپلومیٹک کامیابی حاصل کر کے لوٹ آئیں، ان لڑائیوں کے اسباب پہلے بتائے جا چکے ہیں، یہاں ہم ان کو زمنی ترتیب کے ساتھ بیان کریں گے۔

۱- جنگ کوفہ

۶۶ھ میں واقع ہوئی، یہ مختار کی پہلی جنگ تھی جس میں اُس نے حامیانِ اہلِ بیت کی مدد سے ابن زبیر کے گورنر ابن مُطیع کو نکال کر حکومت حاصل کی۔

۲- جنگ جزیرہ (میسوپوٹامیہ)

مختار کے کمانڈر یزید بن انس اور عُبیداللہ بن زیاد کے درمیان واقع ہوئی، جنگ کے دوران یزید کا جو پہلے سے بیمار تھا انتقال ہو گیا، اس کی فوج کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ کوفہ لوٹ گئی۔ مرنے سے پہلے یزید نے بقول بلاذری[۱] چھ ہزار اور بقول طبری[۲] تین سو شامی قیدیوں کو موت کی سزا دی۔ یزید کے سپاہیوں کی تعداد بلاذری و طبری نے تین ہزار اور ابو حنیفہ دینوری نے بیس ہزار[۳] لکھی ہے۔

۳- جنگ جَبّانۃ السَّبیع

جَبّانہ عربی میں محلہ اور قبرستان کو کہتے ہیں، سَبیع قبیلہ کا نام ہے، جَبّانۃ السَّبیع میں کوفہ کے باغی اکابر اور مختار کے درمیان سب سے بڑا معرکہ ہوا تھا جس میں وہ شکست کھا کر بھاگے اور بصرہ جا کر پناہ لی۔

---

[۱] انساب الاشراف ۲۳۱/۵۔

[۲] تاریخ الامم ۱۱۵/۷۔

[۳] الاخبار الطوال ص ۳۰۴۔

۴ - جنگ خازِر[1]

خازِر، شمالی میسوپوٹامیہ میں ضلع اِربل اور مَوصِل کے درمیان ایک نہر تھی[2] یہاں مختار کی طرف سے ابراہیم بن اشتر اور حکومت شام کی طرف سے عُبید اللہ بن زیاد باہم متصادم ہوئے جنگ میں عبید اللہ مارا گیا اور اس کی فوج کا بھاری نقصان ہوا، اس جنگ میں بقول بلاذری مختار کے نو ہزار اور بقول طبری سات ہزار اور بتصریح ابو حنیفہ دینوری تقریباً تیس ہزار آدمی شریک ہوئے جن میں اکثریت موالی کی تھی۔

۵ - جنگ رَقیم[3]

رَقیم، نجد کے مغرب میں سرحد شام پر ایک گاؤں تھا[4] یہاں مختار کے سالار ابن ورس کو ابن زبیر کے سالار ابن سہیل نے اچانک حملہ کر کے شکست دی، ابن وَرس مارا گیا، اس کی بیشتر فوج تباہ ہوئی، اس معرکہ میں مختار کے تین ہزار سپاہیوں نے حصہ لیا، جن میں دو تہائی سے زیادہ موالی اور غلام تھے۔

۶ - جنگ دُومۃ الجَندَل[5]

نجد کے غربی سرے پر مدینہ سے تیرہ دن کی راہ پر دُومۃ الجندل

---

[1] دیکھئے نقشہ۔   [2] معجم البلدان یاقوت مصر ۳/۲۸۶

[3] نقشہ دیکھئے۔

[4] معجم البلدان یاقوت مصر ۴/۲۷۴۔

[5] نقشہ دیکھئے۔

ایک بڑا نخلستان تھا، اس کا فاصلہ کوفہ اور دمشق سے برابر تھا[1] یہ وہی جگہ ہے جہاں بقول بعض حضرت علی اور امیر معاویہ کے نمایندے قرآن کی روشنی میں خلافت کا متنازع فیہ مسئلہ طے کرنے ۳۷ھ میں جمع ہوئے تھے، عبیداللہ بن زیاد کا بھائی عبّاد بن زیاد سیاست سے کنارہ کش ہو کر دومۃ الجندل میں آباد ہو گیا تھا، چوں کہ وہ عبیداللہ کا بھائی تھا، مختار نے اس کی بھی خبر لی، اور چار ہزار فوج شُرحبیل بن ورس کی کمان میں صفحۂ ہستی سے اس کا نشان مٹانے کے لئے بھیج دی، عبّاد کو اس ناگہانی حملہ کی خبر ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے شُرحبیل سے کہلوایا کہ میں اپنے دین کی سلامتی کے لئے یہاں آچھپا ہوں، میرا سیاست و حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے، مجھے مت چھیڑو اور لوٹ جاؤ، عبّاد کا احتجاج کام نہ آیا اور شُرحبیل حملہ کے لئے مستعد ہو گیا، مجبوراً عبّاد نے بھی اپنے سات سَو غلاموں اور موالی کو مسلح کر لیا، لڑائی میں مختار کے ہزار آدمی کام آئے، شُرحبیل شکست کھا کر بھاگا تو ارد گرد کے بدوؤں نے اس کو خوب لوٹا کھسوٹا اور اس کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر ڈالا، شرحبیل بصد خرابی کوفہ پہنچا، مختار کے دو ہزار سے زیادہ منتخب سوار اس جنگ میں ضائع ہوئے[2]

۷۔ جنگ مذار[3]

زیریں عراق کا یہ شہر بصرہ سے اسّی نوّے میل شمال میں واقع تھا،

---

[1] الأعلاق النفیسہ ابن رُستہ طبع لیدن ص ۱۷۷۔

[2] انساب الأشراف ۵/۲۶۸۔

[3] نقشہ دیکھیے۔

مختار کو جب علم ہوا کہ کوفہ کے مفرور باغی اکابر مُصعَب بن زبیر اور مہلّب کی قیادت میں ایک زبردست فوج لے کر کوفہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے بصرہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے ایک فوج مذار بھیجی، اس کے سپاہیوں کی تعداد بروایت بلاذری چالیس ہزار اور بقول ابوحنیفہ دِینَوری ساٹھ ہزار تھی، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں مختار کی فوج کو شکست فاش ہوئی، مذار کے معرکوں میں حضرت علی کے صاحبزادے عبیداللہ بھی جو مُصعَب کے ساتھ تھے مارے گئے، وہ مختار سے ناراض ہو کر مُصعَب کے پاس چلے گئے تھے، ان کی خواہش تھی کہ مختار ابن حنفیہ کی بجائے خود ان کو اپنی تحریک کا محور بنائے، مختار اس کے لیئے تیار نہ ہوا[1] اس لیئے وہ بگڑ کر بصرہ چلے گئے، مُصعَب نے ان کی خوب آؤ بھگت کی اور پچاس ہزار روپئے کا عطیہ دیا، بعض مورخوں نے مختار سے ان کی ناخوشی کی ایک دوسری وجہ بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبیداللہ، مختار سے روپیہ یا منصب کے طالب تھے، مختار نے پوچھا: ابن حَنَفِیّہ کا سفارشی خط لائے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں مختار نے ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور وہ ناراض ہو کر اس کے دشمنوں سے جا ملے[2] یاقوت نے لکھا ہے کہ مَذار میں عبیداللہ بن علی کی قبر ہے جس کی زیارت کرنے دور دور سے لوگ آتے ہیں[3]

---

[1] ناسخ التواریخ بحوالہ مقاتل الطالبین تالیف ابی الفرج اِصفہانی ۹/۶۹۸

[2] الاخبار الطوال ص ۳۱۲ -

[3] معجم البُلدان ۷/۳۸۴ -

۸ - جنگِ حَرُوراء و کوفہ

حَرُوراء کوفہ سے دو[2] میل پر ایک گاؤں تھا، کوفہ کے استحکامات مکمل کر کے مختار نے یہاں اپنا کیمپ لگایا تھا اس کے پاس بیس ہزار فوج تھی، اس کے سامنے مُصعَب تھا اور عقب میں کوفہ، مُصعَب کی فوجیں چھ بڑے بڑے حصوں میں تقسیم تھیں: قلب خود اُس کے زیر کمان تھا، مَیسرہ کی کمان مُہلّب بن ابی صُفرہ، رسالوں کی عبّاد بن حُصین، پیادوں کی مالک بن مِسمَع اور مفرور کوفیوں کی محمد بن اشعث کے ہاتھ میں تھی، مختار نے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا لیکن اس کے آدمیوں کی ہمت ٹوٹ چکی تھی، اُن کا کافی بڑا حصہ بھاگ گیا، مختار کو کوفہ کے محل میں محصور ہونا پڑا، جب اس کے ساتھیوں میں باوجود ہر ممکن کوشش کے حرارتِ جنگ پیدا نہ ہوئی تو وہ چالیس دن بعد فدائیوں کی ایک ٹولی کے ساتھ نکلا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

ان آٹھ لڑائیوں کے علاوہ مختار کی طرف سے کئی چھوٹی چھوٹی تعزیری و تنبیہی پیش قدمیاں بھی ہوئیں، کچھ قاتلینِ حسینؓ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے، ایک ابن زبیر کے نامزد گورنرِ کوفہ کو دفع کرنے اور دوسری ابن حنفیہؓ کو قید زمزم سے نکالنے کے لئے، ان آٹھ لڑائیوں میں سے دو کوفہ میں واقع ہوئیں، دو میسوپوٹامیہ (جزیرہ) میں، ایک بصرہ کے قریب، دو حجاز و نجد میں اور ایک کوفہ کے باہر، ان میں سب سے زیادہ ہولناک دو[2] جنگیں تھیں: جنگ خازِر اور جنگ مَذار، جنگ خازِر مختار کے اقتدار کی نصف النہار تھی، جنگِ مذار اس کے زوال کی شام،

جنگ کثرت آبادی کا علاج

ان جنگوں میں مختار کے پچاس ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے جن میں موالی اور غلاموں کی اکثریت تھی، اور اس کے لگ بھگ نقصان فریق ثانی کا بھی ضرور ہوا ہوگا' خوں ریزی کے یہ اعداد و شمار شاید ہم کو حیرت انگیز معلوم ہوں لیکن حقیقت میں ایسے ہیں نہیں، کیوں کہ غلام عورتوں سے بے قید جنسی تعلق کے زیر اثر آبادی بڑی سرعت سے بڑھ رہی تھی، ہیضہ اور طاعون کے علاوہ جو وبائی شکل میں پھیلتے رہتے تھے جنگ افزائش نسل کی روک تھام کا ایک موثر علاج تھی، سلکاھ میں بصرہ آباد ہوا تو وہاں چند ہزار سے زیادہ عرب نہ تھے، کچھ دن بعد جب کوفہ کی بنیاد رکھی گئی تو اس کی آبادی پندرہ بیس ہزار کے لگ بھگ تھی، زیاد بن ابیہ کی گورنری بصرہ اور کوفہ کے زمانہ میں (۴۵ تا ۵۳ھ) بصرہ کی آبادی دو لاکھ اور کوفہ کی ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی تھی[1] ان میں غلام اور موالی کا تناسب کافی تھا، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جن کے باپ عرب اور مائیں غیر عرب تھیں، رسول اللہ کے انتقال کے پندرہ بیس برس بعد ہی عربوں نے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا تھا اور غلامی سے پیدا ہونے والی غیر معتدل افزائش نسل ان کے جھگڑوں کی آگ کو اکساتی، بھڑکاتی اور پھر ان کا ایندھن بھی بن جاتی، صرف جنگ صفین میں جو حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں ہوئی ایک لاکھ آدمی مارے گئے تھے۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۸۔

مختار کی جنگی سمجھ بوجھ

اِن جنگوں میں پہلی اور آخری جنگ مختار نے خود لڑی، باقی سب اس کے جنرلوں کی کمان میں ہوئیں اور یہ عجیب بات ہے کہ پہلی جنگ سے اس نے قوت حاصل کی اور دوسری نے اس کے اقتدار کی عمارت گرا دی، تاریخ میں ایسے اشارے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو جنگ کی کافی سمجھ بوجھ تھی، وہ محض تلوار، ہتھیار اور تعداد ہی پر بھروسہ نہ کرتا بلکہ فکر و نظر کو بھی کام میں لاتا تھا اور دشمن فوج کی نفسیات کو مدنظر رکھ کر عسکری چالیں چلتا تھا، پہلی جنگ میں جو اس کی زیر کمان کوفہ میں ہوئی اس کی جنگی تدبیر کی دو مثالیں قابل ذکر ہیں۔ (۱) وہ اپنے کمانڈروں کو تاکید کرتا تھا کہ چھوٹے چھوٹے دستوں سے دشمن کا مقابلہ کریں اور کسی مورچہ پر فوج اکٹھا نہ کریں بلکہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کے پے در پے ریلوں سے دشمن کے حوصلے پست کر دیں اور ان کی قوت کارکردگی کو باطل۔

(۲) فتح کوفہ کی جنگ میں جب دشمن کا دباؤ اس کی بیرون شہر فوج پر بڑھنے لگا تو اس نے چند دستے دشمن کی اگلی فوجوں کو بچا کر پشتی حملہ کے لئے بھیجے اور یہ تدبیر نہایت کارآمد ثابت ہوئی، ایک طرف دشمن دو سمتوں سے گھر گیا، دوسری طرف محل اس کی زد میں آ گیا اور بہت جلد شہر پر قبضہ ہو گیا، اس لڑائی میں دشمن پر ضرب لگانے کی اس نے ایک اور تدبیر اختیار کی جو رسول اللہ طائف کے محاصرہ میں (سنہ ۹ھ) استعمال کر چکے تھے، اس نے شہر میں منادی کرا دی کہ جو غلام ہم سے آ ملے گا اس کو آزاد کر دیا جائے گا، اس پیغام رحمت کو سن کر ہزاروں

غلام بھاگ آئے اور عزت و خوش بختی کی امید میں دل و جان سے اس کی لڑائی میں شریک ہو گئے۔[1]

سالاروں کو ہدایات

میدانِ جنگ کو بھیجتے وقت وہ اپنے سالاروں کو جنگی پالیسی کے بارے میں ہدایات دیتا تھا، یزید بن انس کو عبید اللہ بن زیاد کے مقابلہ پر روانہ کرتے وقت اس نے یہ ہدایت دی تھی :

(۱) میدانِ جنگ میں دشمن سے بحث و مباحثہ نہ کرنا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فریقین لڑنے سے پہلے ایک دوسرے پر اپنے مسلک کی حقانیت جتایا کرتے یا ایک دوسرے میں بد اطمینانی پھیلانے کی کوشش کرتے جیسا کہ جنگ صفین میں لا حکم الا للہ کا نعرہ بلند کرنے سے ہوئی تھی، بحث و مناظرہ سے ایک فریق کو دوسرے کی قوت اور ہمت کا اندازہ لگانے اور اپنی زیادہ قوت کا احساس دلا کر دوسرے کے حوصلے پست کرنے کا موقع مل جاتا تھا، مختار کی اسٹریٹجی یہ تھی کہ دشمن کو اپنی قوت اور تعداد سے باخبر نہ ہونے دے اور اس پر اندھا دھند حملہ کر کے اس کی قوت کارکردگی کو مفلوج کر دے۔

(۲) دشمن کو ڈھب سے حملہ کا موقع نہ دینا۔

(۳) میں پے در پے تمہارے پاس رسالے بھیجتا رہوں گا، اس سے تمہاری قوت میں اضافہ ہوگا، تمہاری فوج کا حوصلہ بڑھے گا اور دشمن کی ہمت پست ہوگی۔

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۶۷۔

[2] انساب الاشراف ۵/۲۳۰۔

ابراہیم بن اشتر کو عبیداللہ بن زیاد کے مقابلہ پر بھیجتے وقت اس نے یہ نصیحت کی تھی:

(۱) اپنے ہر کام میں ظاہر ہو یا مخفی خدا سے ڈرتے رہنا۔

(۲) جتنی جلد ممکن ہو محاذ پر پہنچ جانا، تاکہ کوفہ سے دور دشمن کا مقابلہ ہو، مختار اپنے گھریلو محاذ کی سلامتی اور غیر شیعی اکابر کی ممکن بغاوت سے بچنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ دشمن کا مقابلہ کوفہ سے دور ہو، یہی مصلحت تھی جس کے پیشِ نظر اس نے کوفہ سے ڈھائی سو میل دور مذار میں مصعب سے لڑنے اپنا لشکر بھیجا تھا۔

(۳) دشمن کے پاس پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دینا، اگر رات کو پہنچو اور ممکن ہو تو رات ہی میں اس سے لڑنا، اور اگر دن میں پہنچو تب رات کا انتظار نہ کرنا[1]۔

اس اسٹریٹیجی کا مقصد دشمن کے ہاتھ پیر پھلانا اور بدحواس کر کے اس کی فوجی ڈسپلن خراب کرنا تھا، اس قسم کی طوفانی لڑائی ہمیشہ اس فریق کے لئے مفید ہوتی ہے جس کی تعداد فریقِ مخالف سے کم ہو جیسا کہ شام کی دونوں جنگوں میں مختار کی تھی۔

مختار کا خاندان

مختار کا دادا مسعود طائف کا رئیس تھا، اس کے دو لڑکے تھے، سعد اور ابو عُبید، ۱۳ھ میں عمر فاروق نے ابو عُبید کو ایک فوج کا کمانڈر بنا کر عراق کی سرحد پر فارسیوں سے لڑنے بھیجا تھا، جنگ کے دوران

---

[1] تاریخ الامم ۷/۱۴۰۔

انھوں نے تہوّر اور بے احتیاطی سے کام لیا اور دشمن کے ہاتھی کے نیچے دب کر جان دی، ابو عُبَید کے بڑے بھائی سعد حضرت علی کی طرف سے عراق کے بڑے ضلع مدائن کے کلکٹر تھے، مختار کے دو بھائی تھے اور ایک بہن، بھائیوں کے نام تھے جبَر اور اُسَید، بہن کا نام صفیہ تھا[1] جبر والد کے ساتھ جنگ میں کام آئے، اُسَید کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا، صَفیہ عمر فاروق کے بڑے لڑکے عبد اللہ کو بیاہی تھی، مختار کے بال بچوں کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں، لیکن مورخ بتاتے ہیں کہ کوفہ میں اس کا کافی بڑا خاندان تھا، اس کی ایک بیوی عَمرۃ گورنر کوفہ صحابی نعمان بن بشیر انصاری کی لڑکی تھی، دوسری بیوی اُم ثابت کا باپ ایک بڑا عرب اور صحابی سَمرہ بن جُندَب تھا، اُم ثابت کے دو لڑکے تھے اسحاق اور محمد،

مختار کے قتل کے بعد مُصعب نے اُم ثابت اور عَمرۃ کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ مختار کے جھوٹا اور مفتری ہونے کا اقرار کریں، ام ثابت نے اقرار کر لیا لیکن عَمرۃ نے کہا: میں یہ اقرار نہیں کروں گی، خدا ان کی مغفرت کرے وہ بڑے صالح آدمی تھے، مُصعَب نے عَمرۃ کو حراست میں لے لیا، اور اپنے بھائی خلیفہ ابن زبیر کو لکھا کہ وہ مختار کو نبی کہتی ہے، ابن زبیر نے اس کے قتل کا حکم لکھ بھیجا، رات کو ایک سپاہی نے کوفہ سے باہر لے جا کر عَمرۃ کو مار ڈالا[2]۔ مکہ کے مشہور غزل گو شاعر، عمر بن ابی ربیعہ کو اس المناک واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے یہ شعر کہے:

---

[1] کتاب المعارف ابن قتیبہ مصر ۱۹۳۴ء ص ۱۷۶۔

[2] انساب الاشراف ۵/۲۶۴ و تاریخ الأمم ۷/۱۵۸۔

إنَّ مِن أعجبِ العجائب عندی ۔۔۔ قتلَ بیضاءَ حُرّۃٍ عُطبُول

میرے لئے یہ سخت حیرت کی بات ہے کہ ۔۔۔ ایک شریف کشادہ قد حسینہ کو قتل کیا جائے

قُتِلت ھکذا علی غیرِ جُرم ۔۔۔ إن للّٰہ درَّھا من قتیل

اُس کو اِس بے دردی سے بلا قصور مار گیا! ۔۔۔ کیا ہی خوب تھی وہ مقتول حسینہ!

کُتِبَ القتل والقتال علینا ۔۔۔ وعلی الغانیات جرُّ الذُیول

قتل و قتال مردوں کے لئے ہے ۔۔۔ اور حسیناؤں کے لئے ناز و تبختر۔

اشاریہ

(الف)

(ب)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط

ایک مہتم بالشّان اور متبرک کتاب

اس کتاب میں افضل البشر بعد النبی المرسل، خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ تمام خطوط مع اصل و ترجمہ انتہائی کاوش اور دیدہ ریزی سے یک جا کیے گئے ہیں جو خلیفۂ اول نے اپنی خلافت کے پُر آشوب اور ہنگامہ خیز دور میں حاکموں، گورنروں اور قاضیوں کے نام تحریر فرمائے ہیں، ان مکتوبات اور فرامین کے مطالعہ سے صدیق اکبرؓ کی لاثانی انتظامی خصوصیات اور طریق کار کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ ایسا مجموعہ اب تک وجود میں نہیں آیا تھا، اُردو ترجمہ کے ساتھ خطوں سے متعلق ضروری تفصیل بھی دی گئی ہے جس کو پڑھ کر ان فرمانوں کا پورا تاریخی پس منظر سامنے آجاتا ہے۔ شروع میں حضرت صدیق اکبرؓ کے خاص حالات سے متعلق ایک بصیرت افروز تعارف'' بھی ہے، آخر میں عربی کے اصل مکتوبات مرتب صورت میں دے دیئے گئے ہیں جن سے اہل علم اور طلبہ کو خاص طور پر نفع ہوگا۔

نفیس کتابت و طباعت، اعلیٰ درجہ کا کاغذ، ۲۱۶ صفحات

مؤلف و مرتب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب اُستاد ادبیاتِ عربی دہلی یونی ورسٹی بڑی تقطیع قیمت چار روپے۔ مجلد پانچ روپے

حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط

ایک عظیم الشان کتاب

مؤلف :- ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب ایم اے
استاد ادبیات عربی - دہلی یونیورسٹی

اس عظیم المرتبہ اور ضخیم کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وہ تمام مکتوبات مع اصل و ترجمہ پورے اہتمام کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں جو خلیفۂ ثانی نے اپنے بے مثال تاریخی دور میں مختلف گورنروں، حاکموں، افسروں اور قاضیوں کے نام تحریر فرمائے ہیں ان خطوط اور فرامین سے فاروق اعظمؓ کے طریق کار، انتظامی خصوصیات اور امورِ مملکت میں حیرت انگیز مہارت کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے، مکاتیب و فرامین کا بیش بہا مجموعہ اس ترتیب و تفصیل کے ساتھ اب تک کسی زبان میں وجود میں نہیں آیا تھا فاضل مؤلف نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور سیکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد ان موتیوں کو جمع کیا ہے، تحقیق و جامعیت کی شان پیدا کرنے کے لئے مصر و ہندوستان کے نادر و کمیاب قلمی اور مطبوعہ ذخیرۂ کتب کو انتہائی دیدہ ریزی سے چھانا گیا ہے۔ اصل عربی اور اردو ترجمے کے ساتھ خطوط سے متعلق تمام ضروری تفصیلات بھی دی گئی ہیں، یہ کتاب مبالغہ سے پاک ہے، "حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط" کا یہ مجموعہ ہر حیثیت سے لاجواب ہے

اہل علم، طلبہ اور عوام سب ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، خطوط کی مجموعی تعداد ۴۲۵،

ندوۃ المصنفین کی قابل فخر کتاب صفحات ۶۷۲ بڑی تقطیع، طباعت نفیس، قیمت غیر مجلد گیارہ روپے۔ قیمت مجلد بارہ روپے

قرنِ اوّل کا ایک مُدبّر

از

خورشید احمد فارق
استاد ادبیات عربی، دہلی یونیورسٹی

ناشر
مکتبہ برہان دہلی